ماہنامہ

دختران اسلام

لاہور

نومبر 2012ء

شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ کا عملی درس

سیرۃ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

گستاخانہ فلم کی نمائش - عشاقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آزمائش

علامہ اقبال اور اُن کے فکری نظریات

﴿فرمان الٰہی﴾

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ. فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ. وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ. يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً. فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ. وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ. (الفجر، ۲۴ تا ۳۰)

”وہ کہے گا: اے کاش! میں نے اپنی (اس اصل) زندگی کے لیے (کچھ) آگے دیا ہوتا (جو آج میرے کام آتا)o سو اس دن نہ اس کے عذاب کی طرح کوئی عذاب دے سکے گاo اور نہ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی جکڑ سکے گاo اے اطمینان پا جانے والے نفسo تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب)o پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہو جاo اور میری جنتِ (قربت و دیدار) میں داخل ہو جا“o

(ترجمہ عرفان القرآن)

﴿فرمان نبوی ﷺ﴾

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ أَبَاهُ تُوُفِّيَ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ: إِنَّ أَبِي تَرَكَ عَلَيْهِ دَيْنًا، وَلَيْسَ عِنْدِي إِلَّا مَا يُخْرِجُ نَخْلُهُ، وَلَا يَبْلُغُ مَا يُخْرِجُ سِنِيْنَ مَا عَلَيْهِ، فَانْطَلِقْ مَعِي لِكَي لَا يُفْحِشَ عَلَيَّ الْغُرَمَاءُ، فَمَشَى حَوْلَ بَيْدَرٍ مِنْ بَيَادِرِ التَّمْرِ فَدَعَا، ثُمَّ آخَرَ، ثُمَّ جَلَسَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: انْزِعُوْهُ فَأَوْفَاهُمُ الَّذِي لَهُمْ، وَبَقِيَ مِثْلُ مَا أَعْطَاهُمْ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَحْمَدُ.

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد محترم (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) وفات پا گئے اور ان کے اوپر قرض تھا۔ سو میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میرے والد نے (وفات کے بعد) پیچھے قرضہ چھوڑا ہے اور میرے پاس (اس کی ادائیگی کے لئے) کچھ بھی نہیں ماسوائے جو کھجور کے (چند) درختوں سے پیداوار حاصل ہوتی ہے اور ان سے کئی سال میں بھی قرض ادا نہیں ہو گا۔ آپ ﷺ میرے ساتھ تشریف لے چلیں تا کہ قرض خواہ مجھ پر سختی نہ کریں سو آپ ﷺ (ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور ان کے) کھجوروں کے ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کے گرد پھرے اور دعا کی پھر دوسرے ڈھیر (کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا) اس کے بعد آپ ﷺ ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے اور فرمایا: قرض خواہوں کو ماپ کر دیتے جاؤ سو سب قرض خواہوں کا پورا قرض ادا کر دیا گیا اور اتنی ہی کھجوریں بچ بھی گئیں جتنی کہ قرض میں دی تھیں۔“

(ماخوذ از منہاج السّوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ۶۷۲)

حمد باری تعالیٰ

پوچھتے کیا ہو کہ ان آنکھوں نے کیا کیا دیکھا
دیکھا جس شے میں، تو اک جلوہ اسی کا دیکھا

خار میں، شاخ میں، غنچہ میں، کلی میں پھل میں
رنگ بس تیرا ہی اے خالقِ یکتا دیکھا

بخشتا جان ہے مُردوں کو، اَجل زندوں کو
تیری قدرت کا یہ ادنیٰ سا تماشا دیکھا

عرش سے فرش تک ہے تری شاہی یا رب!
پتہ بے حکم نہ ہلتے ترے، اصلاً دیکھا

ذات باقی ہے تری اور جہاں ہے فانی
ہر زباں پر یہی شائقؔ نے ہے چرچا دیکھا

(شائقؔ دہلوی)

نعت رسول مقبول ﷺ

چمن چمن میں بہاراں اسی جمال سے ہے
کلی کلی میں ہے خوشبو اسی پسینے کی

میں فرطِ عشق میں بھی جھوم جھوم اٹھتا ہوں

ہوائیں آتی ہیں جب بھی کبھی مدینے کی
میں تیرے نقش قدم ہی کی دھول بن جاؤں
ہے آرزو ترےؐ قرب و جوار جینے کی

فقیہ شہر پہ عقدہ کبھی یہ کھل نہ سکا
کلیدِ نعت ہے مولاؐ ترےؐ خزینے کی

وہ تشنہ لب کہیں سیراب ہو نہیں سکتا
ہو جس کو پیاس ترےؐ ساحلوں سے پینے کی

وہؐ ناخدا ہے مری زندگی کی کشتی کا
اسیؐ کی ذات ہے رہبر مرے سفینے کی

زمیں پہ میرے قدم پھر حسنؔ نہیں ٹکتے
دکھائی دیتی ہیں جب رونقیں مدینے کی

(حسنؔ رضوی)

23 دسمبر 2012ء۔۔ شیخ الاسلام مدظلہ کی پاکستان آمد

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری (بانی و سرپرست اعلیٰ تحریک منہاج القرآن) گزشتہ چار سال سے بیرون ملک مقیم رہ کر خدمت دین اور عالمی سفیر امن ہونے کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ پاکستانی عوام کی شدید خواہش تھی کہ وہ پاکستان آکر ملک و ملت کی ڈوبتی کشتی کو بچا کر ساحل تک پہنچائیں کیونکہ پاکستان کے دگرگوں حالات پر قابو پانے کے لئے کسی ایسے ہی مسیحا کی ضرورت ہے جو اپنے ذاتی، خاندانی اور سیاسی مفادات سے بالا تر ہوکر پاکستانی عوام کے دکھوں کا مداوا کرتے ہوئے مصطفوی انقلاب کا سویرا طلوع کرے۔ پاکستان کے پندرہ کروڑ عوام اور تحریک منہاج القرآن کے انقلابی کارکنان کی اس دیرینہ خواہش کو پورا کرنے کے لئے گذشتہ ماہ شیخ الاسلام نے تحریک منہاج القرآن کے ایک عالمگیر ورکرز کنونشن سے خصوصی خطاب کیا۔ آپ کا یہ خطاب جس میں آپ نے اپنی پاکستان آمد کا اعلان فرمایا منہاج ٹی وی کے ذریعے براہ راست پاکستان کے تمام صوبہ جات کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی تقریباً 227 شہروں میں سنا گیا۔ اس طرح پوری دنیا سے اس میں تحریک کے لاکھوں کارکنان شریک ہوئے۔ اس موقع پر اپنے خطاب میں شیخ الاسلام مدظلہ نے کارکنان کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں میری عدم موجودگی میں پہلے کی نسبت آٹھ سے نو گنا زیادہ افرادی قوت میں اضافہ ہوا ہے، دو سو شہروں میں ماہانہ دروس قرآن، مرد و خواتین کے ہزارہا حلقات درود و فکر قائم ہوئے ہیں اور تحریک کو اٹھان ملی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کارکنان تحریک کے اس گرانقدر اضافہ میں تحریک کے قائدین و کارکنان کی سعی و کاوش کے علاوہ تحریک کے خود ساختہ مخالفین کی معاندانہ کاوشوں کا بھی عمل دخل ہے اس لئے میں مخالفین کو بھی مبارکباد دیتا ہوں اور اللہ کی بارگاہ سے ان کے لئے ہدایت طلب کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بدقسمتی سے تحریک کا مرکز ایک ایسی سوسائٹی میں ہے جہاں عوام الناس خواب غفلت میں مبتلا کم آگہی کا شکار ہیں۔ سوسائٹی میں نفسانفسی کا عالم ہے جس سے یہ کوئی انسانی معاشرہ دکھائی نہیں دیتا بلکہ اس پر حیوانی خصلتیں غالب آرہی ہیں۔ کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ نہیں رہا۔ ظلم و ناانصافی اور لاقانونیت یہاں کی سلطنت اور حکومت کی روش بن گئی ہے۔ ہر طرف فرقہ واریت، عصبیت، انتہا پسندی، قتل و غارت، جبر و بربریت، مہنگائی، بیروزگاری اور بدامنی ہے۔ انسانی زندگی ایک عذاب بن گئی ہے۔ لوڈ شیڈنگ، دہشت گردی اور کرپشن یہ تین چیزیں ملک کی پہچان بن گئی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی ایک حدیث کے مطابق آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ آخری زمانے میں ایسے طبقات، گروہ اور جماعتیں ہونگی کہ اوپر سے آپس میں دوست اور اندر سے دشمن ہونگے۔ صحابہ

کرامؓ نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہوگا تو فرمایا کہ انہیں ایک دوسرے سے خوف بھی ہوگا اور مفادات اور لالچ بھی وابستہ ہونگے۔ یعنی انکی لڑائی بھی ہوگی اور رسائی بھی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں عظمت مصطفیٰ ﷺ کے سامنے سرتسلیم خم کرنا ہوگا کہ 1500 سال پہلے آج کے حکمرانوں کے اوصاف گن کر بتادیئے۔ یہی حالات پاکستان کے ہیں یہاں سیاسی ملکی قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو حقیقت میں اس کے اہل نہیں۔ یہ طبقہ سوسائٹی میں ایک فیصد بھی نہیں ہے جو کسی نہ کسی شکل میں اقتدار کے مزے لوٹتے ہیں۔ یہ صرف چند ہزار ہونگے خواہ حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں جنہوں نے ملک کی تقدیر کو اپنے قبضے میں کررکھا ہے۔ یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ ظالمانہ اور نام نہاد نظام برقرار رہے یہی گاڑی، یہی پٹری اور یہی سواریاں ہوں۔ اسی کو نظام جمہوریت بنادیا گیا ہے۔ جس سے قوم کی صلاحیتوں اور Potentials کو ختم کیا جارہا ہے۔ ان حالات میں ہمیں اٹھنا ہوگا اور اس جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ، ظالمانہ اور فرسودہ نظام کے خلاف بغاوت کرنا ہوگی اور یہ نعرہ لگانا ہوگا کہ انتخاب نہیں انقلاب۔

آپ نے کہا کہ میں اپنا فریضہ ادا کرنے کے لئے، برسراقتدار طبقے اورعوام کو یہی پیغام دینے کے لئے مورخہ 23 دسمبر 2012ء بروز اتوار لاہور مینار پاکستان آرہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری کسی سے دشمنی اور عداوت نہیں ہے اور نہ کوئی سیاسی عزائم ہیں اور نہ ہی انتخابات میں حصہ لینے آرہا ہوں۔ جس طرح تیونس اور مصر کے لوگ نظام کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اے پاکستانی قوم! تمہیں کیا ہوگیا ہے کیوں بنی اسرائیل کی طرح بھیڑ بکریاں بن گئے ہیں غیرت ملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے 19 کروڑ افراد میں سے تبدیلی چاہنے والے 50 لاکھ افراد بھی نکل پڑیں اور پرامن طور پر بغیر کسی جلاؤ گھیراؤ کے اور پتھر اٹھائے بغیر مینار پاکستان جمع ہوجائیں تو تبدیلی آسکتی ہے۔ اس موقع پر شیخ الاسلام نے قوم کی بیٹی ملالہ یوسف زئی پر قاتلانہ حملہ کی بھی شدید مذمت کی۔

قارئین محترم! اب وقت آگیا ہے کہ پاکستان کی تاریخ کا رخ موڑنے کے لئے، نوید انقلاب کی نئی صبح کے اجالے کے لئے، اس خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے جو علامہ اقبالؒ نے دیکھا، جس کی تعبیر قائداعظمؒ نے کی اور جس پاکستان کے لئے قوم کی ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور قوم کے سپوتوں نے عظیم قربانیاں دیں اب اس کی تکمیل کیلئے اللہ رب العزت نے شیخ الاسلام کو منتخب کیا ہے جو قوم کے مسیحا بن کر ملک کو مصطفوی انقلاب سے آشنا کرنے 23 دسمبر کے دن مینار پاکستان پہنچ رہے ہیں۔ اب پاکستانی قوم کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھروں سے باہر نکل کر اس دن کو یوم انقلاب بنادیں۔

صبر کی فضیلت، برکات اور ثمرات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

آخری حصہ

ترتیب و تدوین: صاحبزادہ محمد حسین آزاد
معاونت: کوثر پروین، روبینہ شاہین

اس طرح حضرت ایوب علیہ السلام پر ایک ایسی بیماری طاری کی کہ پورے جسم میں کیڑے ڈال دیئے۔ سر سے پاؤں تک سارے جسم پر جگہ جگہ کیڑے تھے، کتنی شدید بیماری تھی۔ اب کوئی شخص یوں سوچے کہ (معاذ اللہ) اگر اللہ کے اتنے محبوب تھے تو اتنی بڑی بیماری کیوں آئی؟ تو یہ اس کے ایمان کی کمزوری ہے۔ اسے اس بات کا علم ہی نہیں کہ اللہ کا معاملہ اس کے محبوبوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ یہ اللہ کے قاعدے کے راز اور اس کی حکمتیں نہیں جانتے۔ مَیں ابھی یہی نکتہ سمجھا رہا ہوں کہ اللہ کے پاک بندوں کے معاملات کو اپنے اوپر قیاس نہ کیا کرو۔ یہ اس کے راز ہیں کہ وہ جیسے حال میں چاہتا ہے اپنے بندوں کو رکھتا ہے اور ان پر مصائب و آلام طاری کرتا ہے۔ رنج، مصیبت اور صبر آزما مرحلوں میں سے گزار کر ان کے درجے بلند کر دیتا ہے۔ جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے اتنے پڑے کہ کیڑوں کے ساتھ حضرت ایوب علیہ السلام کے دل میں محبت ڈال دی۔ اب سخت تکلیف کے باوجود حالت یہ ہوگئی کہ جو کیڑا نیچے گر جاتا حضرت ایوب علیہ السلام اسے اٹھا کر پھر زخم میں رکھ دیتے۔ اور اس سے کٹواتے، سارا جسم کیڑوں سے چھلوایا۔ صرف آنکھیں بچ گئی تھیں۔

کاگا میرا سب تن کھائیو چُن چُن کھائیو ماس
پر میرے دو نینن نہ کھائیو مجھے پیا ملن کی آس

محبوب کی خاطر محبوب کی طرف سے جو سزا ہوتی ہے اہلِ محبت کو اس میں بھی لذت ملتی ہے۔ ہماری مصیبت اور ہے محبت والوں کی مصیبت اور ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کیڑے کو اٹھا کر زخم پر رکھ دیتے۔ طویل مدت تک مرض باقی رہی۔ بڑے عرصے کے بعد اللہ پاک نے شفایابی عطا فرمائی۔ جب صحت یاب ہوگئے تو لوگوں نے پوچھا حضرت اب صحت یابی کا زمانہ کیسا ہے؟ فرمایا: اللہ کا شکر ہے۔ اس وقت کی نعمت پر اللہ کا شکر بجا لاتا ہوں مگر اللہ کی عزت کی قسم! جو مزہ کیڑے والی بیماری میں تھا وہ صحت یابی میں نہیں ہے۔ جو لذت اس وقت آتی تھی آج بھی اس لذت کو ترستا ہوں۔

پوچھا وہ لذت کیا تھی؟ فرمایا: لذت کا سبب یہ تھا کہ ہر روز ایک بار صبح اور ایک بار شام جب تکلیف شدید تھی تو میرا رب پیار بھری آواز سے خود پوچھتا کہ بتاؤ ایوب کیسا حال ہے؟ ایوب کیسا مزاج ہے؟ جب میرا رب اپنی پیار بھری آواز سے خود میری مزاج پرسی کرتا تو خدا کی قسم! سارا دن اسی نشے، مستی اور بے خودی میں گزر جاتا اور شام کو انتظار رہتا کہ رات ڈھلے تو پھر محبوب کا پیغام آئے۔ رات ڈھلنے سے پہلے وہ پھر ایک بار پوچھتا کہ ایوب کیسا حال ہے؟ پھر شام کی مزاج پرسی سے رات نشے میں گزر جاتی تھی، صبح کی مزاج پُرسی کے نشے میں دن گزر جاتا۔ اب جب سے صحت یاب ہوگیا ہوں تو کان اس لذت والی آواز کو ترس گئے ہیں۔ جو مزہ مزاج پرسی میں تھا وہ صحت یابی میں نہیں ہے۔ آپ نے دیکھا کہ تکلیف اور مصیبت میں خاص کیفیات وارد کی جاتی ہیں، خاص واردات ہوتی ہیں، خاص انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ اللہ کا بندہ خاص نوازشوں سے نوازا جاتا ہے، عام انسانوں کو ان کی خبر ہی نہیں ہے۔ ایک حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرے بندے! اگر میں تم پر بلا نازل کروں اور بیمار کروں تو اس کے دو انجام ہوسکتے ہیں۔ موت آجائے یا صحت یاب ہوجائے۔ اگر موت آجائے تو اس بیماری کے اندر سیدھی جنت عطا کرتا ہوں، اگر صحت یاب ہوجائے تو پہلے جسم سے بہتر جسم دیتا ہوں، پہلے خون سے بہتر خون دیتا ہوں، پہلے حال سے بہتر حال دیتا ہوں''۔ اس کا معاملہ ہی بندے کے ساتھ جدا ہوتا ہے تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے پر مصیبت کے مرحلے ڈالتا ہے۔ پھر صبر کی مشقتوں اور صبر کی چکی میں سے اسے گزارتا ہے۔ اس چکی میں بندے کو کیا مزہ آتا ہے یہ وہی جانتا ہے جو چکھ رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نوازشات کے دروازے کھول دیتا ہے۔

جیسے روزہ ہے اب نماز میں مشقت اور تکلیف زیادہ ہے یا روزے میں (جسمانی اعتبار سے) ورنہ تو اللہ کے حکم کی تعمیل میں تکلیف کا تصور نہیں ہے۔ لامحالہ روزے میں تکلیف نماز سے چونکہ بڑھ کر ہے تو اس کا اجر بھی اسی حساب سے ہے۔ نمازوں اور دیگر اعمال کا ثواب سو گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملتا ہے اور ایک حد پر جا کر اجر رک جاتا ہے مگر دن بھر محبوب کی خاطر بھوکے پیاسے رہنے کا اجر اللہ تعالیٰ بعد کے لئے روک لیتا ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور میں اس کا ثواب اپنی مرضی سے جتنا چاہوں گا دوں گا۔ دنیا کی آنکھ اس تک نہیں پہنچ سکتی۔ جس کا اجر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ دیا جس کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

للصائم فرحتان یفرحهما اذا افطر فرح، واذا لقی ربه فرح بصومه. (صحیح بخاری)

''جب روزے دار بھوک پیاس کی تکلیف اُٹھاتا ہے تو میں اسے دو فرحتیں دیتا ہوں (اور میں اسکا معنیٰ کروں گا۔ دو شربت دیتا ہوں)۔ ایک اسے شام کے وقت شربت افطار دیتا ہوں۔ ایک شربت دیدار دیتا ہوں۔

شربتِ افطار ہر انسان کو دیتا ہوں۔ جس سے وہ شخص اپنے سینے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور مرنے کے بعد شربتِ دیدار دوں گا جس سے آنکھوں کو ٹھنڈا کرے گا''۔ معلوم ہوا جس عبادت میں تکلیف بڑھ گئی اس عبادت میں کرم و احسان بڑھ گیا۔ اے بندے کاش یہ راز تیری سمجھ میں آجائے اور تو مولا کے لئے تکلیفیں اُٹھانے والا بن جائے۔ پھر صبر وشکر کی زندگی گزارنے والا بن جائے۔

اگلا سوال یہ ہے کہ روزے میں تکلیف زیادہ یا شہید ہونے میں؟ روزے میں صبح سے شام تک تکلیف رہی کہ حلق خشک ہوا۔ زبان باہر نکلی۔ گرمی میں شدید پیاس لگی، پریشانی ہوئی مگر جان تو بچ گئی۔ یہاں چونکہ جان بچ گئی۔ لہذا دیدار بھی اُدھار رکھ لیا۔ اس لئے فرمایا کہ جب میرے پاس آؤ گے دیدار دوں گا۔ مگر شہید ہونے میں چونکہ تکلیف کی آخری حد ہے کہ گلا کٹ گیا۔ چونکہ تکلیف بڑھ گئی تو اجر بھی بڑھ گیا۔ وہاں ادھار تھا مگر یہاں دیدار نقد ہے کہ ادھر تلوار تیرے گلے پر چلے، ادھر گولی تیرے سینے پر لگے تو ادھر پردے اُٹھا دوں گا اور روح قبض ہونے سے پہلے دیدار عطا کر دوں گا۔ ایسی لذت دوں گا کہ قیامت کے بعد جنت میں ہر کوئی خوش ہوگا سوائے شہید کے۔ باری تعالیٰ پوچھیں گے کہ ہر ایک خوش ہے۔ تم کیوں چپ چپ ہو؟ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہے گا، باری تعالیٰ جو میں چاہتا ہوں وہ تیری جنت میں نہیں ہے۔ تیری جنت میں شراب طہور ہے۔ تیری جنت میں حور وقصور ہے۔ محلات ہیں۔ نہریں ہیں۔ سب کچھ ہے یہ تیرے جنتیوں کے لئے سلامت، تیری جنت کی خیر۔ تیری نعمتوں کی خیر، مگر میں تو کسی اور شے کا طالب ہوں۔ باری تعالیٰ فرمائے گا کیا چاہتے ہو؟ وہ عرض کرے گا مولا واپس جانا چاہتا ہوں۔ جنت سے نکلنا چاہتا ہوں۔ فرمائے گا ساری دنیا جنت میں آنا چاہتی ہے اور تم جنت سے نکلنا چاہتے ہو۔ کیوں؟ شہید عرض کرے گا باری تعالیٰ واپس دنیا میں بھیج۔ اس لئے کہ جو لذت گلہ کٹتے وقت آئی تھی وہ تیری جنت میں نظر نہیں آتی۔ وہ جب تلوار چلی تھی گلے پر، وہ جب گولی لگی تھی سینے پر اور شہادت کا جام پیا تھا، اس لمحے جس شان کے ساتھ تیرا دیدار نصیب ہوا تھا۔ وہ تیری جنت میں نظر نہیں آتا۔ دل چاہتا ہے بار بار دنیا میں بھیج اور بار بار یہ گردن کٹتی رہے اور تیرا دیدار ہوتا رہے۔ نکتہ یہ سمجھ میں آیا کہ تکلیف جتنی بڑھ جائے مزہ اتنا بڑھ جاتا ہے۔ مصیبت جتنی بڑھ جائے کرم اتنا اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہ راز ہے اللہ کے بندوں کے لئے۔ ایک اور اہم نکتہ کہ اس کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اللہ کے بندے کے پاس تصرف نہیں ہوتا۔ جسے (معاذاللہ) کوئی یہ سمجھے کہ اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس طاقت ہوتی تو نو سال جیل میں پڑے رہتے۔ طاقت ہوتی تو حضرت یعقوب علیہ السلام رو رو کر یوں آنکھیں سفید کر بیٹھتے۔ طاقت ہوتی تو یوں حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑ جاتے۔ یہ بھی سوچ کا ایک رخ ہے۔ ارے نہ یہ طاقت کی بات ہے، نہ

کسی اور شے کی۔ یہ تو راز ہی کچھ اور ہے اور آپ نے کیا سے کیا بنا دیا۔

اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ تصرف اوروں کے لئے ہوتا ہے اپنی ذات کے لئے نہیں۔ اپنی ذات اپنے محبوب کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ یہ طاقتیں اللہ عطا کرتا ہے۔ ہاتھ اُٹھایا تقدیر بدل گئی۔ توجہ کیا حال بدل گیا۔ زبان سے کلمہ کہا احوال بدل گئے۔ یہ سب حال قائم ہوتے ہی اوروں کیلئے ہیں۔ اگر اپنی خاطر استعمال کرنے لگیں تو دوستی تو نہ رہی۔ اپنے لئے صبر ہوتا ہے۔ تصرف کے اس عالم کے بارے میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ہم حضرتِ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت میں تھے۔ آپ درویش کے مقام پر گفتگو فرما رہے تھے کہ درویش کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: درویش وہ ہے جو اپنے آپ کو ہر اعتبار سے محبوب کے سپرد کر دے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک بڑھیا مائی روتی پیٹتی اندر آئی۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے فرمایا: مائی کیا بات ہے؟ عرض کیا کہ بیس برس ہو گئے میرا بیٹا مجھ سے جدا ہو گیا۔ چھوٹا بچہ تھا اب معلوم نہیں کہ زندہ ہے یا مر گیا؟ دعا کر دیں کہ اللہ اپنا کرم کر دے وہ مل جائے۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ حضور بابا صاحبؒ نے مراقبہ کیا، آنکھیں بند کیں اور فرمانے لگے مائی جا۔ بچہ تیرا زندہ ہے آجائے گا۔ مائی اپنے گھر چلی گئی اور ابھی تھوڑا ہی وقت ہوا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے پوچھا کون؟ دستک والے نے کہا اماں تمہارا بیٹا ہوں۔ وہ دوڑ کر باہر نکلی، بچے کو پہچانا سینے سے لگایا، پیار کیا اور پوچھا کہ تم کہاں تھے؟ اور بیس سال کے بعد کس طرح آ گئے؟ اس نے کہا: اماں جان میں ابھی تھوڑی دیر پہلے ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر تھا۔ میں دریا کے کنارے نہانے کے لئے گیا تھا۔ جہاں مجھے آپ کی یاد آ گئی اور رونے تڑپنے لگ گیا۔ زار و قطار رو رہا تھا کہ اچانک دریا کے کنارے ایک سفید ریش بزرگ نمودار ہوئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا بیٹا کیوں روتا ہے؟ میں نے عرض کی حضور! بیس سال ہو گئے ماں سے جدا ہوئے۔ آج بڑی یاد آ رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اپنا بازو میرے ہاتھ میں دو۔ میں نے بازو ان کے ہاتھ میں پکڑایا۔ انہوں نے فرمایا کہ آنکھیں بند کر لو میں نے آنکھیں بند کیں، ایک جھٹکا دیا۔ آنکھیں کھولیں تو دروازے پر کھڑا تھا۔ مائی سمجھ گئی کہ یہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ تھے جنہوں نے مراقبہ کر کے یہاں پر پہنچا دیا۔ یہ تصرف ہے مگر جب اپنا معاملہ آئے تو سب کچھ مولا کے سپرد کر دیتے ہیں تا کہ صبر میں درجے ملیں۔

حضرتِ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہو گزرے ہیں۔ ان کی زوجہ محترمہ درشت مزاج، تلخ گو، سخت خلق کی خاتون تھی، ہر وقت آپ سے لڑائی جھگڑا کرتی۔ سخت تلخ کلمات ادا کرتی۔ ہر وقت شکایت کرتی۔ آپؒ پریشان ہوتے مگر صبر کرتے۔ ایک روز آپ جنگل میں تشریف لے گئے۔ پیچھے سے ایک مرید انہیں ملنے کے لئے گھر آ گیا۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو حضرتِ شیخ خرقانیؒ کی زوجہ محترمہ نے اندر سے پوچھا کون ہے؟ کیسے آیا ہے؟ مرید

تھا عرض کیا کہ حضرت کی زیارت کے لئے آیا ہوں۔ وہ اندر سے بولی تمہارے حضرت کو مجھ سے بہتر کون جانتا ہے؟ کیوں زندگی بر باد کر رہے ہو؟ جاؤ کسی اور کے پاس۔ وہ مرید بھی ہمارے اور آپ جیسا نہیں تھا اگر ہم اور آپ میں سے کوئی ہوتا تو شیخ کی بیوی کی زبان سے یہ سن لیتا تو فوراً یہ نتیجہ اخذ کرتا کہ جس کی بیوی اس کی عقیدت مند نہیں اس سے ہم کیا خاک عقیدت مندی اختیار کریں اور چھوڑ کے وہیں سے واپس گھر چلے جاتے۔ مگر وہ اصل مرید تھا اور پکی ریاضت والا تھا۔ وہ واپس گھر نہیں مڑا بلکہ رونے لگا اور شیخ کے پیچھے چل پڑا۔ جنگل میں پہنچا جہاں شیخ گئے تھے۔ جیسے ہی حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سامنے نظر آئے تو دیکھتا ہے کہ وہ شیر پر سوار چلے آرہے ہیں اور سانپ کا کوڑا بنا کر ہاتھ میں رکھا ہوا ہے جسے لہرا رہے ہیں۔ حضرت شیخ اسے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: روتا کیوں ہے؟ عرض کی حضرت آپ کی زوجہ محترمہ کی زبان سے ایسی ایسی باتیں سن کر آیا ہوں۔ فرمایا: یہ جو درجہ اور مقام دیکھ رہے ہو یہ اسی صبر کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ (یعنی شیر کو جو تابع بنا دیا اور سانپ کو چابک بنا دیا یہ اس دائمی صبر کا نتیجہ ہے) کہ بعضوں پر مصیبت ایک دن کے لئے آتی ہے۔ بعضوں پر دو دن آتی ہے۔ بعضوں پر ہفتے اور مہینے کے لئے آتی ہے۔ لیکن میرے اوپر یہ امتحان پوری زندگی کا طاری کر دیا۔ ایک ایسی خاتون سے شادی ہوئی جس کو ایسا مزاج دیا کہ ساری زندگی کا امتحان کر دیا۔ اگر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتا تو اس درجے سے محروم ہو جاتا۔

معلوم ہوا اللہ کے بندوں اور ایمان والوں پر مصیبت آتی ہے اور اللہ کی خاطر بندہ صبر کرتا ہے تو اللہ پاک اس کے درجے بلند کر دیتا ہے۔ اپنی بارگاہ میں محبوبیت اور مقربیت عطا کرتا ہے۔ اور اگر انسان صبر کے دامن کو چھوڑ دیتا ہے تو انسان ڈگمگا جاتا ہے۔ اس لئے آپ نے اگر ایمان کی لذت و حلاوت اور ایمان کے لطف کا مزہ چکھنا ہے تو اللہ کے ساتھ بندگی کا ایسا ہی رشتہ اختیار کرنا ہوگا۔ ہم مصائب میں صبر کے قابل نہیں مگر اللہ کی طرف سے کوئی صورت ہو جائے تو دوستو! بندگی کا حق یہ ہے کہ کبھی شکوہ زبان و دل پر نہ آئے۔ دوستی یہ ہے کہ سلامت رکھے تو سلامت رہو، بیمار رکھے تو بیماری میں خوش رہو، تندرست رکھے تو تندرستی میں خوش رہو، ہنسا کے رکھے تو ہنستے رہو، رولا دے تو رو کے خوش رہو، کھلائے تو کھا کے خوش رہو، بھوکا رکھے تو فاقے میں خوش رہو، جینا دے تو جی کر خوش رہو، مار دے تو مرنے میں خوش رہو، عزت دے تو عزت میں خوش رہو، ظاہراً ذلت دے تو ظاہری ذلت میں خوش رہو، اس لئے کہ خوشیاں دنیاوی احوال میں نہیں ہیں۔ خوشی تو وہ ہے جو مولا کی خوشی میں ہے۔ محبوب خوش ہے تو ساری خوشیاں ہیں۔ بندگی اور دوستی یہ ہے کہ بندہ ہر حال میں اللہ کا صابر و شاکر بندہ بن کر رہے اور اگر صابر و شاکر بندہ رہنا ہم نے سیکھ لیا تو یقیناً پھر سب اللہ کی نوازشیں اور اُس پر احسانات و انعامات کی اتنی بارشیں ہونگی کہ زندگی کے رخ بدل جائیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہمیں اپنی بندگی اور دوستی کی یہ معرفت عطا فرمائے۔ (آمین) ☆☆☆☆☆

درس نمبر 49

دروس سلوک و تصوف

صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی
مرکزی امیر
تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل

خانقاہی تربیت کے مراحل

قران حکیم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر رہتی دنیا تک انسان سے متعلق امور، اصلاحِ احوال، امن و سلامتی سے جینے کا سلیقہ سکھانے اور دنیا و آخرت میں اللہ کے حضور انسان کی سرخروئی اور انسانی معاشرے کی فوز و فلاح کے لیے نازل ہوئی۔ پیغمبرانہ تربیت سے اس کو عالم انسانیت تک پہنچانا آپ ﷺ کا فریضہ نبوت تھا۔ قرآن کا موضوع بھی ''انسان'' ہے، متقین کے لیے یہ کتابِ ہدایت اور صحیفۂ رحمت ہے، سورۃ الفاتحہ؛ قرانِ مبین کی پہلی سورت ہے جس کی پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف ''رَبُّ العالمین'' کے صفاتی اسمِ جلالت سے فرمایا ہے۔ رَبّ کے معنی مربی اور مالک کے ہیں۔ اللہ سبحانہ تعالےٰ کائنات میں ہر شئے کا رَبّ یعنی ربوبیّت کا مالک و مختار ہے۔ اس کا کوئی شریک اور ہمسر نہیں ہے، وہ رب الارباب اور مالک الملوک ہے۔ لغت میں لفظ ربّ کا اطلاق اللہ کے غیر پر نہیں ہوتا، جب اللہ تعالیٰ کے غیر پر اس لفظ کا اطلاق کیا جائے تو پھر کسی چیز کی طرف اس کی اضافت کی جاتی ہے جیسے رَبّ الدار (مکان کا مالک) یا رَبُّ السفینہ (کشتی کا مالک) وغیرہ۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کائنات ارض و سمٰوات کا خالق ہے، ذات باری تعالیٰ کے امر کن سے تخلیق و ربوبیّت کا آغاز ہُوا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو خلق فرمایا اور پھر آپ ﷺ کے نور کے پرتو سے کائناتِ آفاق و انفس میں توسیع (expansion in universe) ہونے لگی جو ابد تک جاری رہے گی، کائنات کی ہر شئے (atom) چاہے اس کا تعلق عالم انسان و حیوان، جماد و نبات یا کوئی بھی ایسی مخلوق جو نگاہ انسان سے غائب ہو، سب میں ربوبیت اور رحمت کا عمل یکساں جاری ہے۔ رَبِّ کائنات نے ہر شے کے لیے اپنے محبوب ﷺ کی رحمت للعالمینی کو لازم قرار دیا اس لیے ہر مربوب و

مرحوم؛ ربوبیت و رحمت سے برابر فیض یاب ہو رہا ہے، یہی رازِ حیات ہے۔ آفاق و انفس کی نشوونما کو قوانینِ فطرت کے تحت لانے کے لیے اللہ جل شانہٗ نے صفاتِ ربوبیّت و رحمت کا کچھ حصہ جس قدر اس کی مشیت نے چاہا اپنی مخلوق کو عطا فرمایا اور ہر نوع تخلیق کی تولید و افزائش کا طریقہ الگ رکھا۔ جنات، حیوانات، جمادات،نباتات اور انسان میں عملِ تولید و افزائش اور ان کی نشوونما کا انداز جداگانہ ہے جو قدرت تخلیق کی بو قلمونیوں پر دال ہے۔سورہ عبس کی آیات اٹھارہ سے بائیس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ تخلیق آدمؑ کے بعد نسلِ انسانی کی پیدائش، افزائش اوراس کے انجام کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: (اللہ جل شانہٗ نے) انسان کو ایک (حقیر) قطرہ سے(جس میں حس وشعور کچھ نہ تھا) تخلیق فرمایا۔ پھر اس (کے سب اعضاء وقوٰی) کو ایک خاص انداز سے بنایا، پھر اس کے لیے راہ(ہدایت) آسان کر دی(صحیفۂ ربّانی میں انسان کے لیے ہر منزل حیات کا سامان ہدایت جمع کر دیا، موت و آخرت سے اس کو آگاہ کیا تا کہ وہ زندگی کی نیرنگیوں کا شکار ہو کر مغرور و متکبر نہ ہو جائے) پھر اس(انسان) کو موت دی پھر اس کو قبر میں(جہاں سے اس کا خمیر اٹھایا گیا تھا) دفن کر دیا۔ پھر(اللہ)جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا(تا کہ دنیا میں اس نے جو اعمال کئے آخرت میں ان کا جواب دے سکے)

زندگی گزارنے کے لیے آغوش مادر سے لے کر زندگی کے آخری لمحے تک انسان کو ایسی تعلیم اور تربیت کی ضرورت ہوتی ہے جو نہ صرف دنیا میں اس کی کامیابی کی ضمانت ہو بلکہ آخرت میں بھی اس کی سرخروئی کا وسیلہ بنے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں ایسے مثبت احساسات پہلے سے مضمر کیے ہیں کہ خواہ وُہ جہاں اور جس ماحول میں پیدا ہو کسی نہ کسی وقت وُہ اُس کو واحد و یکتا اللہ کی ہستی، خیر و شر میں امتیاز، بصیرت نفس اور امانت کی ذمہ داری کا احساس یاد دلاتے رہیں، ان مثبت احساسات کو(تحلیل نفسی) ضمیر(conscience) یا فطرۃ بالقوہ کہا جاتا ہے، اس کے برعکس ہر انسان میں خلقی طور پر منفی احساسات یا فطرۃ رذیلہ بھی موجود(inbuilt) ہے۔ جو انسان کو شہوانی خواہشات، نفسانی داعیات، اولاد اور خونی قرابتوں کی محبت، مال و زر، جاہ و منصب اور ہوسِ اقتدار کی طرف مائل کرتی ہے۔ دونوں فطرتیں؛ بالقوہ و بالفعل انسان کے ضروری تخلیقی امور ہیں اور خلقی طور پر انسان میں موجود ہیں ۔یہ لاشعوری (unconsciously) اور شعوری (consciously) طور پر انسان کے افعال و اعمال کی رہنمائی کرتے ہیں۔یہ فطرتیں(natures) اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے الوہی ہدایت(divine guidance) کے تحت کام کرتی رہیں اور دونوں کے درمیان سازگاری، مطابقت اور ہم آہنگی ہو تو فرد کی شخصیت تضاد(contradiction) اور ذہنی تناؤ(depression) کا شکار نہیں ہوتی اور زندگی

اعتدال کی راہ پر گامزن رہتی ہے لیکن جب فطرۃ بالقوہ اور فطرۃ بالفعل کے تقاضے جو جبلّی داعیات اور انسانی خواہشات کے زیر اثر انسانی شعور کو متاثر کرتے رہتے ہیں،آپس میں متصادم اور متضاد ہوں تو دونوں کے تضاد سے نفس انسانی ایک ''اخلاقی کشمکش'' کی صورت حال سے دوچار ہوتا ہے۔ اس وقت انسان کو پیغمبرانہ ہدایت اور تربیت(prophetic guidance and instructions) کی سخت ضرورت ہوتی ہے، اگر یہ انسان کے شامل حال نہ ہو تو نوبت اس کے ذہنی اختلال تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ پیغمبرانہ تربیت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان کی فطرۃ بالقوہ (actual nature) کے خلقی میلانات کو فروغ دے کر اس کی فطرۃ بالفعل(potential nature) کے طبعی داعیات(human instincts) کو ان کے تحت منظّم کر دیا جائے تا کہ دونوں کے اندر تضاد پیدا نہ ہو اور انسانی شخصیت فکری شکست و ریخت سے محفوظ رہے۔خانقاہی نظام کے تحت اسلامی سلوک وتصوّف کے مختلف اسباق ،وظائف، اعمال اور خصوصی تربیت کے ذریعے فطرۃ بالقوہ اور نیکی کے تقاضے انسان کے اندر فروغ پا کر زندہ قوت بن جاتے ہیں اور انسان کی ان طبعی خواہشات اور نفسانی شہوات کو جو بے لگام ہو کر اس کو اخلاق اور ضمیر کے خلاف ناپسندیدہ حرکات و اعمال پر مجبور کرتے ہیں ۔فطرت صحیحہ کے تحت منظّم اور منضبط صورت میں شرعی اصولوں اور مقررہ قواعدوضوابط کے مطابق تکمیل پذیر کرایا جائے ، تکمیل کے بعد دین اور معاشرہ کے اخلاقی اور روحانی تقاضوں اور شرائط کے تحت سر انجام ہونے والے اعمال ''بدی'' نہیں رہتے بلکہ وہ اخلاقی اعمال بن جاتے ہیں۔ اصولوں کی پابندی سے فطرۃ بالفعل کی ماہیت بھی بدل جاتی ہے اور انسان کا ضمیر مطمئن اور قلب و ذہن آسودہ رہتا ہے۔ اس عمل کو تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کہتے ہیں۔نفس امارہ بدی سے پاک ہو جاتا ہے اوراس میں نیکی کونشوونما نصیب ہو جاتی ہے۔سلوک وتصوّف کے مستند خانقاہی نظام کی بنیاد دین اور شریعت کے تزکیاتی اصولوں پر استوار ہوتی ہے۔

لفظ رَبّ تربیت کا مصدر ہے یعنی کامل تربیت کرنے والا؛ ایک ایسا مربی جو خود ہر جہت سے کامل ہو اور دوسرے کی کامل تربیت کا اہل ہو۔تفسیر ابی سعود میں تربیت کی تعریف کسی چیز کو درجہ بدرجہ اس کے کمال تک پہنچانے کے الفاظ سے کی گئی ہے۔ائمہ تفسیر نے رَبّ کے معنی میں بالعموم دو صفات کو شامل کیا ہے۔ تربیت اور ملکیت۔ لفظ تربیت دو شرائط کا تقاضا کرتی ہے۔ تکمیل اور تدریج۔ امام راغب اصفہانی ؒ نے المفردات میں تربیت کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:''لفظ رب اصلاً تربیت کے معنی میں ہے اور اس سے مراد کسی چیز کو درجہ بدرجہ مختلف احوال میں سے گزارتے ہوئے آخری کمال کی حد تک پہنچا دینا ہے'' کمال سے مراد کسی چیز کی

وہ حالت ہوتی ہے جہاں وہ اپنی جملہ صفات کے اعتبار سے انتہاء کو پہنچ جائے۔مستند خانقاہی نظام کے تحت سیکھنے اور سکھانے والے نصابِ سلوک وتصوّف کی بنیاد تعلیم و تربیت پر قائم ہوتی ہے۔گذشتہ دروس میں ہم نے معلم اور متعلم، مربّی و مربوب اور مرشِد و مُرید کے خصائل اور اوصاف کے ضمن میں تعلیم و تربیت کے موضوع پر بات کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ دونوں کا تعلق باب تفعِیل سے ہے جس کا تقاضا مسلسل محنت، ہمت، برداشت، تحمل، صبر اور استقامت ہوتا ہے۔ مربوب(تربیت پانے والا)جب متعدد تدریجی اور ارتقائی منازل طے کرتا ہوا اپنی صفات یعنی مطلوبہ اوصاف و خصائل کی آخری حد کو پالے تو تربیت کامل ہوتی ہے لیکن تربیت پانے والا(مرید و متعلم)اگر اپنے کمال یعنی صفاتی انتہاء تک نہ پہنچ سکے تو تربیت نامکمل رہی اور اگر اس نے جملہ تدریجی اور ارتقائی مراحل بھی پوری طرح کاملاً طے نہ کیے تب بھی اس کی تربیت مکمل نہ ہوئی۔قبل ازیں ہم یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ تعلیمی اور تربیتی(educational and instructional) مقصد(objective) اور عمل(practice) کی کامیابی اور ناکامی میں معلّم اور متعلم دونوں شریک ہوتے ہیں،حالات کے مطابق دونوں میں سے کسی ایک کا حصہ کم یا زیادہ ہوسکتا ہے۔لیکن ایک لحاظ سے معلّم اور مربّی کی ذمہ داری اس لیے زیادہ بنتی ہے کہ شاگرد استاد سے اللہ کی محبت میں دین کی تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے ارادہ سے اس کے در پر امید اور آرزو کی شمع قلب و ذہن میں جلائے آتا ہے اس لیے استاد، معلّم و مربّی پر امانت کی ذمہ داری کا بوجھ شاگرد، متعلم و مربوب کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ ربوبیّتِ علمی کا تقاضا بھی ہوتا ہے کہ مربّی شاگرد اور مربوب کے طلبِ علم کی آرزو کی تکمیل کی ہر ممکن کوشش کرے اور اس کی جملہ ضرورتوں کی کفالت(maintenance) اور مفادات کی حفاظت(security,surety) کرے تا کہ طالب علم پوری یکسوئی سے وصول علم کی جانب متوجہ رہے ۔معلّم کائنات نبی مکرم ﷺ کی حدیث پاک ترمذی شریف میں حضرت سیدنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے یوں روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بہت سے لوگ تمہارے پاس(یعنی صحابہ کرامؓ کے تابعین ہونے کے ناطے)علم سیکھنے کے لیے اطرافِ عالم سے آئیں گے لہذا جب وُہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ بھلائی کرو(یعنی ان کی تعلیم و تربیت کا بخوبی اہتمام کرو)طالب علم کی تعلیم اور تربیت کی کماحقہٗ تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں ہوتی جب تک کہ اس کی کفالت وحفاظت ہر جہت سے مکمل نہ ہو اور کفالت وحفاظت کی جملہ شرائط اس وقت تک پوری نہیں ہوسکتیں جب تک اس کے تمام اسباب کاملاً معلّم و مربّی کے قبضہ وتصّرف میں نہ ہوں۔ جب معلم و مربّی کو اپنے متعلم اور مربوب کے تمام معاملات میں مکمل تصرف اور قدرت حاصل رہے تو وہ بتمام وکمال

اس کی کفالت وحفاظت کی ذمہ داری پوری کرنے کے قابل ہوتا ہے اور ربوبیت کے وصفِ ملکیت کے ساتھ ساتھ اس کا معلّمانہ اور مربیّانہ فریضہ پورا ہوتا ہے۔ لفظ ''رب'' باین مفہوم اس الوہی شان کی نشاندہی کرتا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کامل مربیّ و مالک ہے۔ وہی قادر مطلق، مقتدر اعلیٰ اور جملہ خزائنِ سماوی و ارضی کا حقیقی مالک ومتصرّف ہے، بنا بریں بعض مفسرین نے ربّ کا اطلاق مالک، نگران، مربیّ، مدبّر، منعم، مصلح اور معبود کے معانی پر کیا ہے اور حِفظ اور مِلک کو ربوبیّت کا لازمی حصہ تصور کیا ہے۔

تربیت کے اس معنی ومفہوم کی روشنی میں جب ہم ایک مستند اسلامی خانقاہی نظام کا بنظرِ غائر جائزہ لیتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں اسلامی سلوک وتصوّف کی تعلیم وتربیت کے علاوہ دینی، دنیوی اور روحانی کفالت وحفاظت کا نظام بھی پوری طرح کارفرما ہے۔ خانقاہوں اور درسگاہوں میں درویشوں اور طلباء کی کفالت وحفاظت کا نظام صدیوں سے جاری و ساری ہے۔ موجودہ دور میں اس کا اندازہ کسی خانقاہ، درگاہ، بارگاہ اور آستانہ میں آنے والے عام زائرین کے قیام و طعام کے بندو بست سے بھی کیا جا سکتا ہے جہاں لوگ بلا تمیز رنگ، نسل، عقیدہ، مسلک اور مذہب لنگر سے مستفید ہوتے ہیں۔ لنگر اس خیرات خانہ کو کہتے ہیں جہاں فقراء مساکین کو روزانہ کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ اصطلاحِ عام میں لنگر فقراء و مساکین کو دیئے جانے والے کھانے کو بھی کہتے ہیں۔ یہ خانقاہی نظام کے انتظامی اعمال میں کا ایک خاص عمل ہوتا ہے۔ مشائخ عظام درویشوں کے قیام و طعام یعنی کفالت وحفاظت کو خانقاہی نظام کا اہم تقاضا سمجھ کر اس کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور بہ نفسِ نفیس اس کے انتظام و انصرام میں مصروف رہتے ہیں۔ گذشتہ ادوار میں کفالت وحفاظت کا یہ نظام خانقاہوں میں بنیادی طور پر تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لیے آنے والے طلباء اور درویشوں کے لیے رائج تھا لیکن دریں زمانہ اس نے مزارات پر آنے والے زائرین کے قیام و طعام کے بندوبست کی شکل اختیار کر لی ہے۔ برصغیر میں حضرت خواجہ معین الدین سجزی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے لنگر کی بڑی اور چھوٹی دیگ آج بھی مشہور ہے۔ جس کے لنگر کا تبرک حاصل کرنے کے لیے بادشاہوں اور بڑے بڑے کجکلاہوں کو بھی مساکین کے ساتھ قطار در قطار کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ یہ تبرک یا دان قطار میں کھڑا ہونے والا ہر شخص حاصل کر سکتا ہے چاہے اس کا تعلق کسی بھی مذہب وملت سے کیوں نہ ہو۔ بر صغیر کے علاوہ مشرق وسطیٰ اور دیارِ مغرب (مراکش، تیونس وغیرہ) میں بھی تمام بڑی درگاہوں پر اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات اور انسانی فلاح و بہبود کا یہ سلسلہ قرونِ اولیٰ سے رائج ہے۔ اسلامی درسگاہوں، دارالعلوموں اور دینی مراکز پر بھی طلباء و طالبات کی کفالت وحفاظت کے لیے یہ طریقہ مستعمل ہے۔ اسلامی حکومتوں کے علاوہ دیندار

مخیّر حضرات اس نظام کو چلانے میں بھر پور تعاون کرتے ہیں۔ شومئے قسمت سے آج کل زیادہ تر مزارات اور خانقاہوں پر لنگر کے لیے جمع ہونے والی آمدن صوفیاء اور سالکین کی تعلیم و تربیت کے لیے استعمال ہونے کی بجائے زیادہ تر مزارات پر قابض موروثی سجادہ نشینوں اور مجاوروں کے اموال و املاک بڑھانے، جائیدادیں بنانے اور ان کی ذاتی تعیّشات پر خرچ ہوتی ہے یا اگر کہیں تھوڑا بہت خوف خدا ہو تو اس کا کچھ قلیل حصہ وہ اپنے مریدین اور زائرین پر بھی خرچ کردیتے ہیں۔ یہی حال مزارات اور درگاہوں پر قابض ریاستی نظام اوقاف کے کارندوں کا ہے۔ مزارات پر جمع ہونے والی رقوم کا بڑا حصہ ان کی جیبوں میں چلا جاتا ہے اور جو ان کی دستبرد سے بچ جاتا ہے وہ وزارتِ اوقاف اور مذہبی امور کے خزانے میں جانے کے بعد وزیروں مشیروں کے عیش وعشرت کے اخراجات پورا کرنے یا حکومتی صوفیاء کونسل کے محافلِ رقص و سرود کی نذر ہو جاتا ہے۔ صوفیاء، سالکین، فقراء اور مساکین کی تعلیم و تربیت پر چندے اور خیرات کی رقوم کا صرف کرنا خود ساختہ سجادہ نشینوں اور وزارتِ اوقاف و مذہبی امور کے ارباب بست و کشاد کے خیال نارسا میں شاید نہ ہی ہو۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ اسی طرح مختلف دارالعلوموں کو ملنے والی خطیر رقوم کا کثیر حصہ بھی نیم مذہبی سیاسی جماعتوں کے قائدین کے اللّوں تللّوں اور سیاسی معرکہ آرائیوں پر خرچ ہوتا ہے اور بہت کم طلباء پر خرچ کیا جاتا ہے۔

ہم بات کر رہے تھے خانقاہی نظام میں تربیت پذیر متعلمین کی کفالت اور حفاظت کے بارے میں کہ جب تک زیرِ تربیت طلباء، فقراء اور درویشوں کا اس بارے کامل یقین نہ ہو، آلائش زمانہ سے بے فکر ہو کر حقیقی تربیت کا حصول ان کے لیے مشکل ہوتا ہے، یہ حالت مبتدی سالک، مرید اور طالب کی ہوتی ہے پھر جیسے جیسے وہ تربیت کے مدارج اور ارتقائی منازل میں ترقی کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے تو توکل، صبر اور شکر کے ان مقامات پر پہنچتا ہے جہاں اس کا ایمان اور ایقان فقط ربّ العالمین کی شانِ ربوبیت اور الوہی کفالت اور حفاظت پر کامل ہو جاتا ہے۔

عرف عام میں خانقاہی نظام؛ کسی مدرسہ، آستانہ اور خانقاہ کے انتظام و انصرام، تنظیم، نگرانی اور تعلیم و تربیت کے اس تنظیمی اور انتظامی طریقہ کار (management) کو کہتے ہیں کہ جہاں متلاشیانِ حق، طریقت اور معرفت کی تعلیم اور تربیت حاصل کرنے کے لیے داخل ہوتے ہیں اور تربیّت یافتہ معلمین سے سلوک و تصوّف سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کا نصاب مکمل کرتے ہیں، اسلام میں نظام تربیت کی وسعت کے پیش نظر صالح افراد پر مشتمل گھرانے کو سلوک و تصوف کی پہلی خانقاہ کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اسلامی ذہن رکھنے والے رضائے الٰہی کے جو یا والدین اپنی اولاد کی اخلاقی اور روحانی اصلاح، تعلیم اور تربیت کے لیے بذات خود معلم اور مربی ہوتے

ہیں۔ نیک، متقی، پرہیز گار اور دیندار والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ مہد سے لے کر لحد تک ان کے گھر کا ماحول بچوں کے لیے اس درجہ مناسب اور سازگار ہو کہ اس کے اندران کو ایسی اخلاقی اور روحانی تعلیم اور تربیت کے مواقع نصیب ہوں کہ ان کی زندگی کی بنیاد شروع سے ہی اسلامی معاشرہ میں رہنے کے لیے درکار تقاضوں کے مطابق استوار ہو سکے اور بڑے ہو کر وُہ خود اس قابل ہوں کہ ایک اجتماعی روحانی الذہن افراد پر مشتمل معاشرہ کی تشکیل و تکمیل میں حصہ لے سکیں۔

گذشتہ درس میں ماحول کی تاثیر کے بارے میں ہم نے لکھا تھا کہ ماحول (environment) انسانی فطرۃ بالقوہ اور فطرۃ بالفعل پر اثر انداز ہونے کی زبردست صلاحیت رکھتا ہے۔ ایک متفق علیہ حدیث میں نبی مکرم ﷺ کا ارشاد ہے:۔ ’’مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ‘‘ (کوئی بچہ ایسا نہیں جو فطرۃ صحیحہ اور سلیمہ (potential nature) پر پیدا نہ ہوتا ہو، بعد میں اس کے والدین (اپنے گھریلو اور خاندانی ماحول کے زیر اثر) اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی وغیرہ بناتے ہیں) عرفاء فرماتے ہیں کہ نیک ماحول اور صحبت انسان کو نیک اور صالح بناتا ہے اور برا ماحول اور بری صحبت انسان کو برا اور بد خصال کر دیتا ہے۔

؎ صحبتِ صالح ترا صالح کند　　صحبتِ طالع ترا طالع کند

بچے کی تعلیم و تربیت سے متعلق مسائل آج انسانی معاشرے کے اہم ترین امور میں گردانے جاتے ہیں۔ انسانی زندگی کے اس اہم پہلو سے متعلق علم وفن میں اب اعلیٰ تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ بچوں کی نفسیات کے ماہرین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ زندگی کی حقیقی بنیاد بچپن میں ہی رکھی جاتی ہے۔ یہی بات قرآن حکیم نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بتا دی ہے۔ بچے کی پوری زندگی پر ماں کی آغوش سے ملنے والی تربیت اور گھر کے ماحول کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ جس قسم کی تربیت بچے کو اوائل زندگی میں نصیب ہوتی ہے مستقبل میں اسی نسبت سے سعادت یا شقاوت اس کا مقدر ہوتی ہے۔ بچے کا قلب وذہن ایک کورے کاغذ کی مانند ہوتا ہے جو اس کے والدین اور اساتذہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس پر وہ جو کچھ چاہیں لکھ دیں۔ ابتدائی دروسِ سلوک و تصوّف میں تعلیم و تربیت کے ضمن میں گفتگو کرتے ہوئے ہم نے مدرسہ اور خانقاہ کے بارے عرض کیا تھا کہ اس کی مثال جواہرات بنانے کے اس کارخانہ جیسی ہوتی ہے کہ جس کے اندر پہاڑوں سے ایسے پتھر کاٹ کر لائے جاتے ہیں کہ جن کے اندر جواہرات موجود ہوتے ہیں لیکن ایسے پوشیدہ کہ عام لوگوں کی نگاہیں ان کو ڈھونڈ سکتی

ہیں اور نہ ہی ان کو پہچان پاتی ہیں۔قیمتی پتھروں کے علوم کے ماہرین ان پتھروں کو ڈھونڈ کر ان کے اندر پوشیدہ جواہرات کو باہر نکالنے کے لیے مخصوص کارخانوں میں لاتے ہیں۔پھران پتھروں کی بڑی مہارت سے کاٹ چھانٹ کر کے جواہرات کو باہر(extract) لایا جاتا ہے۔

بڑے بڑے پتھروں کے بطن سے جواہراتی پتھروں(precious stones) کو خاص قسم کے اوزار کے ذریعے بڑی توجہ اور کمال مہارت سے جدا کیا جاتا ہے۔ یہ ایک صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔خطرہ یہ ہوتا ہے کہ پتھروں کے اندر پنہاں قیمتی جواہر ٹوٹ نہ جائیں یا ان میں دراڑیں(cracks) پیدا نہ ہوں۔ایسا ہو جائے تو لعل، پکھراج، یاقوت، زمرد، فیروزہ جیسے قیمتی جواہرات کی قیمت بھی کم ہو جاتی ہے۔ بہت احتیاط کے ساتھ جواہرات کو الگ کر کے پانی اور خاص ادویاتی محلول (chemicals) سے اُن کو مشینوں کے ذریعے دھویا اور صاف کیا جاتا ہے۔ پھر خاص اوزار(special tools and instruments) کے ذریعے بلوریات کے ماہرین (crystographers) خام جواہرات کی تراش خراش کر کے ان کو مختلف بلوری اشکال (crystal formations) میں تبدیل کرتے ہیں اور خاص بھٹیوں (furnances) میں تاپ کر پکایا جاتا ہے۔جواہرات کی ایک نرالی دنیا ہے دیکھنے میں یہ ایک پتھر(stone) ہوتا ہے لیکن جب اس کو تادیب و ترتیب کے مختلف مراحل سے گزار کر اس کی پوشیدہ خوبیوں کو باہر لا کر دنیا پر منکشف کیا جاتا ہے تو ایک عالم اس کا شیدائی ہو جاتا ہے۔پھر اس کو پتھر کوئی نہیں کہتا بلکہ اس کو مختلف جوہری ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ نہ صرف اس کے باریک باریک ذرے نگینوں کی صورت میں زیورات میں لگائے جاتے ہیں بلکہ یہ بادشاہوں کے سروں پر سجنے والے تاج(crowns) کی زینت بن کر ان کی تونگری اور شان وشوکت کا مظہر ہوجاتے ہیں ۔ پتھر کو جوہر میں تبدیل کرنے کا یہ عمل جواہرات بنانے والے کارخانہ میں ہوتا ہے، ایک ماہر جوہر ساز (jewel-maker) اس کے جوہری حسن(essence) کو خاص مہارت اور ہنرمندی سے طشت ازبام کرتا ہے۔ جوہر ساز سے یہ صراف(jeweller) کی دوکان پر پہنچتا ہے اور بادشاہ اس کی قدر و قیمت پہچاننے کے بعد خریدار بن کر اس کو اپنے تاجِ شاہی کی زینت بناتا ہے۔جس وقت یہ کسی پہاڑ کے شکم و باطن یا اس کے کسی غار،کھوہ، گھاٹی ، کان یا معدن(mine) میں پنہاں تھا کوئی اس سے واقف تھااور نہ کسی کو اس کی پہچان تھی۔اس کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی۔ اس وقت یہ پہاڑوں پر چڑھنے اترنے والے ہزاروں انسانوں، چرواہوں،لکڑہاروں اور اس پر چرنے والے حیوانات اور جانوروں کے پاؤں تلے روندا جاتا تھا۔کسی کو اس کی کچھ پرواہ نہ تھی لیکن جب کسی ماہر کی نگاہ نے پہاڑ میں پوشیدہ

جواہرات کی موجودگی کو محسوس کیا تو وُہ گم نام پہاڑ ایک خاص پہاڑ بن گیا۔ پوری ریاست اس پہاڑ کی حفاظت کے لیے کمر بستہ ہوگئی وہاں خاص چوکیدار مقرر کئے گئے۔ عام افراد اور چرنے والے جانوروں کی آمد و رفت اس پر ممنوع قرار دی گئی۔ اب وُہ پہاڑ عام لوگوں کا نہ رہا۔خواص کے ہاتھوں میں آ گیا۔ وہاں بڑی بڑی مشینیں لائی گئیں، جیالوجی اور کان کنی کے ماہرین آئے۔ پہاڑ کی کھدائی اور کان کنی اب بم بلاسٹ اور بارود کے دھماکوں کی بجائے خاص سائنسی طریقوں سے ہونے لگی۔ کس لیے یہ سب اہتمام ہو رہا ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے یہ پہاڑ اب عام پتھروں والا پہاڑ نہیں رہا ہے۔اب یہ جواہرات والا پہاڑ بن گیا ہے، جواہرات کے تحفظ کا عمل خاص تعلیم ، تربیت ، تہذیب ، تادیب اور ترتیب کا متقاضی ہے۔ قیمتی اشیاء، اموال اور جانوں کی حفاظت کے لیے خاص طریقوں کا استعمال لازم ہوتا ہے۔

ہم بات کر رہے تھے خاص پتھروں کی پہچان اور معرفت کی۔ بہت احتیاط سے کان کنی کے بعد ان کو خاص قسم کے کارخانہ میں پہنچایا گیا۔ جہاں خاص علمی اور فنی تراش خراش کے بعدان کو ہیرا، پکھراج، زمرد اور فیروزہ جیسے جواہرات میں تبدیل کیا گیا۔ماہر کاریگروں نے اس کی تادیب وتہذیب کر کے اس کے جوہری شان کو ظاہر کیا تو اس کی اصلیت پہچاننے کے بعدایک دنیا اس کے حسن و جمال، رنگ اور روپ کی دیوانی ہوگئی۔ جس نے اس کی قدر و قیمت کو پہچان لیا اس نے منہ مانگی قیمت دے کر اس کو اپنے سر پر رکھے تاج کی زینت بنا دیا۔

؎ جب تک بکے نہ تھے کوئی پوچھتا نہ تھا　　تو نے خرید کر ہمیں انمول کر دیا

یہ ایک مثال تھی جو سلوک وتصوّف کے خانقاہی نظام اور خانقاہ کے حوالے سے بیان ہوئی۔ہم خانقاہ میں ملنے والی تربیت اور تہذیب کے موضوع پر بات کر رہے ہیں۔علوم تصوّف کے ماہر اساتذہ، مشائخ عظام اور اولیاء کرام بطور معلّم و مربی؛ خانقاہ میں آنے والے مبتدی سالکین، صوفیا، درویشوں اور مریدوں کے اندر انسانیت کے جوہر کو آشکار کرنے کے لئے ان کو تہذیب سکھا کر مہذب کرتے ہیں ،ان کی تربیت کرتے ہیں، ان کے اندر پنہاں جوہر قابل کو ظاہر کرنے کے لیے خاص روحانی اسباب و ذرائع استعمال کرتے ہیں اور ایسا مناسب ماحول فراہم کرتے ہیں کہ جس کے اندر رہ کر مناسب تعلیم و تربیت کے بعد وہ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ انسانی معاشرے کی اصلاح کا فریضہ سنبھال لیں۔ان میں زیادہ خوش قسمت لوگ وہ ہوتے ہیں کہ خانقاہی نظام میں آنے سے قبل جن کو بچپن سے ہی ایسے گھرانے کا ماحول نصیب ہوا ہو کہ جس کی سربراہ ایک نیک پارسا، متقی پرہیز گار ماں ہو، جس کی آغوش میں اس کو ایام فطام اور بچپن سے ہی ایسی تربیت میسر ہو کہ بڑے ہو کر ان کے لیے روحانیت کے فیض سے مستفید ہونے کے راستے آسان معلوم ہوں۔

؎ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

☆☆☆☆☆

شہادت حضرت امام حسینؓ کا عملی درس

علامہ محمد الیاس اعظمی

قرآن مجید جو نوع انسانی کی طرف اللہ تعالیٰ کی آخری ہدایت و رہنمائی اور ایک کامل ضابطہ حیات ہے اصول سیاست و ریاست بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ. (آل عمران:۱۵۹) ''اور اپنے کاموں میں ان (لوگوں) سے مشورہ کرلیا کرو''۔

پھر دوسرے مقام پر اسی تصور کو یوں واضح کیا:

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ. (الشوریٰ:۳۸) ''وہ اپنے کام باہمی مشورے سے کرتے ہیں''۔

اسی طرح سے اسلامی ریاست اور حکومت کے قیام کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ لوگ اگر ہم ان کو ملک (حکومت) عطا کریں تو نمازوں کو قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کا حکم دیں اور بری باتوں سے روکیں''۔ (الحج:۴۱)

مذکورہ بالا اصولوں کے علاوہ یہ قرآن و سنت کا متفقہ فیصلہ اور پوری امت اسلامیہ کا بلا اختلاف اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ کائنات پست و بالا میں حاکمیت مطلقہ کا اعزاز صرف اور صرف اللہ رب العالمین کو ہی حاصل ہے اور اس کائنات ارضی میں بندوں کے پاس اقتدار بطور امانت ہے۔ اس لئے بندے بہر صورت ان اصول وضوابط اور ہدایات کی روشنی میں زمین پر حکومت کرنے کے حق دار ہیں جو اس خالق و مالک اور حاکم مطلق نے اپنے آخری کلام کی صورت میں ان کو عطا کردیئے ہیں چنانچہ وہ جب بھی ان اصولوں سے انحراف کرے گا اسی وقت زمین پر فتنہ وفساد، شر اور ظلم پھیل جائے گا۔

سیاست شرعیہ اور اسلامی ریاست کے اصول وضوابط کے جان لینے کے بعد اب آیئے ہم یزیدی عہد میں سبط رسول، جگر گوشہ بتول حضرت سیدنا امام حسینؓ کی شہادت کے حوالے سے اس پہلو سے غور وفکر کرتے ہیں کہ ابھی خیر القرون اولیٰ کی مہکار بھی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ایسے حالات پیدا ہوگئے تھے کہ راکب دوش مصطفیٰ کو

نہ صرف اپنی بلکہ اپنے پھول سے بھی زیادہ نرم و نازک اور معصوم بچوں کی قربانی دینا لازم ہوگئی اس حقیقت کو جاننے کے لئے ہمیں تاریخ کے اس دور سیاہ کی ورق گردانی کرنا ہوگی۔

یہ وہ دور بے اماں تھا کہ شراب کے نشے میں مخمور رہنے والا یزید پلید اعلانیہ طور پر شریعت کا مذاق اڑاتا تھا یہاں تک کہ اس نے حرم مدینہ کو تین دن کے لئے مباح قرار دے دیا۔ اس دوران یزیدی فوج نے اہل مدینہ کے گھروں میں گھس کر پاک دامن خواتین کی چادر عصمت کو تار تار کیا اور مسجد نبوی میں تین دن تک اذان بھی نہ ہوسکی۔ غرض یہ کہ اسلام کے نظام سیاست و ریاست کے اصولوں کو اس طرح پامال ہوتے دیکھ کر ریحان النبی حضرت امام حسینؓ اس کے مقابلے میں نکل آئے اور اپنے سر کا نذرانہ دے کر ہمیشہ کے لئے انسانوں کو یہ درس حیات دے دیا۔

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر　　لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ کر قبول

بہر حال اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب آیئے ہم اس بات پر غور وفکر کرتے ہیں کہ یزیدی دور حکومت میں اسلامی نظام ریاست و اصول سیاست میں کن کن پہلوؤں سے تغیر واقع ہوا تھا اور وہ تغیر کس نوعیت کا تھا کہ جس کے نتیجہ میں چرخ نیلی فام کو معرکہ کربلا جیسا محیر العقول منظر دیکھنا پڑا۔

اسلامی ریاست کی بنیادیں

اسلام نے بحیثیت دین مسلمانوں کو کار جہاں بندی کے لئے ایسی بنیادیں فراہم کی ہیں کہ اگر ان پر حکومت کو استوار کیا جائے تو پھر معاشرہ اخوت و بھائی چارہ کے ساتھ امن و آشتی کا منظر بھی پیش کرتا ہے۔ ایک مثالی معاشرہ کی تشکیل کے لئے اسلام نے درج ذیل بنیادیں فراہم کی ہیں۔

حق خود ارادیت

حق خود ارادیت سیاست شرعیہ اور اصول ریاست کی وہ بنیاد ہے جو حقیقت میں دستور اسلامی کے لئے ''سنگ بنیاد'' کا درجہ رکھتی ہے۔ اسی اصول اور نظریئے کے ذریعہ سے معاشرے کے مختلف افراد کو اس امر کا پابند بنادیا گیا ہے کہ کوئی شخص خود اپنی کوشش سے اقتدار حاصل کرے اور نہ اس کی خواہش ہی کرے بلکہ معاشرے کے تمام طبقات باہمی مشاورت سے بہترین سیرت و کردار اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک شخص کو چن کر اقتدار اس کے سپرد کریں۔ منتخب ہونے کے بعد وہ عام لوگوں سے بیعت لے یا یوں کہہ لیں کہ بیعت اقتدار کا نتیجہ نہ ہو بلکہ اس کا سبب ہو۔ اس کے علاوہ بیعت پر لوگوں کو مجبور نہ کیا جائے بلکہ اس سلسلہ میں ہر فرد آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرے۔ اسی اصول کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک مسند اقتدار پر فائز رہ سکتا جب تک اسے لوگوں کا اعتماد حاصل رہے اور عدم اعتماد کی صورت میں وہ اقتدار کے ساتھ چمٹا نہ رہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے وصال مبارک کے بعد خلافت راشدہ کے زمانے میں اس اصول پر سختی کے ساتھ عمل ہوتا رہا لیکن حضرت معاویہؓ کے دور میں معاملہ کچھ مشتبہ ہوگیا جس کی وجہ سے انہیں صحابی ہونے کے باوجود خلفائے راشدین میں شمار نہیں کیا جاتا۔ انہوں نے اپنے بعد اپنے صلبی بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کر کے اس قاعدے کو یوں پلٹ کر رکھ دیا کہ ان کے اس طرز عمل سے تاریخ اسلام میں ایک خاندان کی موروثی بادشاہت کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا اور انتخابی خلافت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے انجام کو پہنچ گئی۔ چنانچہ حق خود ارادیت کے اس اصول کو عملی اعتبار سے پس پشت ڈالنے کے بعد بیعت کو اقتدار کا سبب سمجھا جانے کی بجائے اقتدار کی قوت کے بل بوتے پر لوگوں کو بیعت پر مجبور کیا جانے لگا اور یوں انہیں آزادانہ طور پر بیعت کرنے یا نہ کرنے یا بیعت توڑنے کے قانونی حق سے محروم کر دیا گیا اور پھر یہ سلسلہ یہاں تک دراز ہوا کہ اگر کسی مرد حر نے بادشاہ وقت کی چیرہ دستیوں کے خلاف صدائے حق بلند کرتے ہوئے جبری بیعت کو توڑنے کا اعلان کیا تو پیرانہ سالی کے باوجود بھی اس کی پیٹھ پر کوڑے برسائے گئے اور ہاتھ شانوں سے الگ کر دیئے گئے۔

چنانچہ اسلامی دستور میں یہ وہ پہلا تغیر تھا جس کے خلاف حضرت امام عالی مقامؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ نے لوگوں کو ان کا یہ حق دلوانے کے لئے اپنے تن من دھن کی بازی لگا دی۔

باہمی مشاورت کا اصول

اس دستور کا دوسرا اصول یہ تھا کہ امور مملکت باہمی صلاح اور مشورے سے سرانجام دیئے جائیں اور یہ مشورہ ان لوگوں سے لیا جائے جو صائب الرائے اور صاحب فکر ہونے کے ساتھ ساتھ متقی، پرہیزگار، پابند صوم و صلوۃ اور شریعت کے اوامر و نواہی پر عمل کرنے والے ہوں اور لوگوں میں اعتماد کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہوں، حضور سید عالم ﷺ اگرچہ بحیثیت نبی براہ راست اللہ تعالیٰ کی ہدایت وراہنمائی میں تمام معاملات کو حل کرتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ تعلیم و تربیت کے نقطہ نظر سے بہت سے امور میں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد خلفائے راشدین کے عہد میں بھی اس اصول پر سختی سے عمل کیا جاتا رہا۔ مشاورت کے لئے باقاعدہ مجلس شوریٰ کا قیام عمل لایا جاتا تھا۔ جس کے ارکان آج کی جدید سیاسی اصطلاح میں ''ارکان پارلیمنٹ'' بھی ہوتے تھے۔ یہ ممبر اگرچہ آج کے جدید طریق انتخاب کے مطابق منتخب تو نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی حیثیت نامزد کی تھی لیکن اس کے باوجود وہ تقویٰ و طہارت، دیانت داری، عدل و انصاف، خلوص و بے غرضی کے اس اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ ان سے حق گوئی اور باطل کی مخالفت کے سوا کسی چیز کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی تھی۔ آج کے معروف طریقہ کے مطابق اگر عوام الناس کو اراکین شوریٰ کے منتخب کرنے کا کہا جاتا

ہے تو وہ یقیناً ان کی تدین پسندی کے پیش نظر پاکباز ہستیوں کو ہی اس منصب کا مستحق قرار دیتے۔ ان ارکان کی نامزدگی اس لئے نہیں کی گئی تھی کہ وہ حکومت کی ہاں میں ہاں ملائیں گے اور حکومت کو کسی غلط راہ پر چلنے کا مشورہ دیں گے بلکہ ان سے یہی امید تھی کہ وہ عدل و انصاف اور حق گوئی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے علم وضمیر کے مطابق فیصلہ دیں گے اور یہ بات جریدہ عالم پر ایک حقیقت ثابتہ کے طور پر موجود ہے کہ امر واقعہ میں ان نفوس قدسیہ نے محض رضائے الٰہی کی خاطر اس بار عظیم کی ذمہ داریوں کو نبھایا۔ لیکن جب امارت کی جگہ بادشاہت نے لے لی اور مشاورت کی جگہ من مانی اور خودغرضی نے لے لی تو اس سے تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ شخصی بادشاہت کا نہ بند ہونے والا دروازہ کھلا۔ جس کی خشت اول یزیدی دور قرار پایا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی شوریٰ کا طریق کار بدل گیا، بادشاہ وقت جبر و استبداد اور مطلق العنانی کے ساتھ کار حکومت سرانجام دینے لگا اور اب اس کے مشیر بھی ایسے لوگ تھے جو اپنے سیرت و کردار کی بناء پر حکومت کی غلط پالیسیوں پر تنقید کرنے کی جرات نہیں رکھتے تھے۔ اس اصولی تغیر نے معاشرے کے اندر حکومتی سطح پر ایک عجیب وغریب منظر پیش کردیا۔ جس کو بدلنے کے لئے حضرت سیدنا امام حسینؓ میدان میں اترے اور جادہ حق پر گامزن ہوتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

اسلام کے اندر امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہر انسان کا حق ہی نہیں بلکہ فرض قرار دیا گیا ہے۔ کتاب مبین اور حدیث نبوی میں جتنا اس امر پر زور دیا گیا ہے کسی اور پر نہیں دیا گیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی معاشرے اور ریاست بالخصوص اسلامی معاشرے کا صحیح خطوط کی طرف چلنے کا تمام تر انحصار اس بات پر ہے کہ اس معاشرے کے افراد کے ضمیر زندہ اور زبانیں آزاد ہوں۔ وہ جہاں کہیں بھی غلطی کو دیکھیں اور برائی کو عام ہوتا پائیں تو پھر کسی مصلحت کا شکار ہوئے بغیر اور کسی بھی قسم کے خوف سے بالاتر ہوکر برائی کی اس قوت کو روک سکیں۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں اس کو اس حد تک تسلیم کیا گیا تھا کہ تنقید کرنے والے کو پابند سلاسل یا نذر زنداں نہیں کیا جاتا تھا بلکہ اس فرض کے ادا کرنے میں بلا امتیاز ان کی ہمت افزائی کی جاتی تھی۔ پوری قوم کو ارکان شوریٰ تو کیا خلیفہ وقت سے بھی بلا روک ٹوک باز پرس کرنے اور مواخذہ کرنے کا قانونی حق حاصل تھا۔ جس کو وہ استعمال بھی کرتے تھے۔ لوگوں کو اس پر ڈانٹ ڈپٹ پلائی جاتی تھی اور نہ ان کی زبان بندی کی جاتی تھی۔ اس لئے کہ اظہار رائے کی یہ آزادی کوئی شاہی عطیہ اور بخشش خسروانہ نہ تھی بلکہ اسلام کا تفویض کردہ ایک دستوری حق تھا جس کی ادائیگی اور احترام وہ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ لیکن خلافت راشدہ کے بعد جب بادشاہت کا دور دورہ شروع ہوا تو قلم پر پہرے اور زبانوں پر قفل ڈال دیئے گئے۔ کسی نے اگر زبان کو کھولنا ہی ہے تو وہ یا تو حکومت کی چاپلوسی کرتے ہوئے اس کی ہر

غلط کاوش کی تعریف کرے یا پھر اگر وہ ایسے ضمیر کا مالک ہے جو بڑا زور آور ہے کہ حق گوئی سے باز نہیں آسکتا تو پھر زینت زنداں بننے کے لئے تیار رہے۔ اسی اصولی تغیر کے واقع ہونے کے بعد مصلحت پرستی اور نظریہ ضرورت نے اسلامی معاشرے کے اندر جڑیں پکڑیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایماندار اور دیانتدار لوگ رفتہ رفتہ پس پردہ چلے گئے اور حکومت پر ایسے ایسے لوگ براجمان ہونے لگے کہ جن کے عمل اور کردار سے فتنہ وفساد اور شرانگیزی جنم لینے لگی۔

جواب دہی کا تصور

یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حاکمیت اعلیٰ صرف اور صرف خالق کائنات کو ہی حاصل ہے۔ انسانوں کے پاس اس کا تفویض کردہ اقتدار ایک امانت ہے جس کی باز پرس کی جانی ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں یہ تصور اس قدر غالب تھا کہ حضرت سیدنا عمر فاروقؓ جیسے بارعب اور پرہیبت خلیفہ وقت سے بھی ایک بدوی بھرے مجمع میں کھڑے ہوکر یہ سوال کرسکتا ہے کہ مال غنیمت سے ملنے والی چادر سے آپ کا کرتہ نہیں بن سکتا اس لئے آپ نے یقیناً دو چادریں لی ہوں گی۔ بدوی کا یہ اعتراض سن کر فاروق اعظمؓ غصہ سے آگ بگولا نہیں ہوئے اور نہ معترض کو شاہ کی توہین کا کوئی نوٹس دیا گیا بلکہ آپ نے بڑے تحمل، بردباری کے ساتھ کہا کہ اس کا جواب میرا بیٹا عبداللہؓ دے گا چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا کہ میں نے اپنے حصے کی چادر اپنے والد کو دے دی تھی تاکہ ان کی قمیض بن جائے۔ یہ تھا خلفائے راشدین کے دور میں احتساب کا معیار لیکن جب یہ عہد ہمایوں ختم ہوا اور ملوکیت و بادشاہت نے اپنے پنجے گاڑ لئے تو اب جواب دہی کے تصور سے بالا ہوکر حاکم وقت بیت المال کو مال غنیمت سمجھنے لگے۔ خلفائے اربعہ کے مبارک دور میں تو یہ طریقہ تھا کہ وہ عوام کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لئے دن میں پانچ مرتبہ مسجد میں نماز باجماعت ادا کرتے اور پھر ہفتے کے بعد ہر جمعہ کے موقع پر لوگوں کے عام اجتماع میں حاضر ہوتے ان کی سنتے اپنی سناتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی وہ صبح و شام بغیر کسی محافظ اور ہٹو بچو کی ہیبت ناک آوازوں کے بغیر گلی کوچوں، بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، عوام وخواص میں سے ہر کوئی بلا جھجک ان سے مل سکتا تھا۔ ان کے گھر اور حجرے جو ان کے دربار ہوا کرتے تھے کے دروازے بھی ہر ایک کیلئے کھلے رہتے تھے ان پر کوئی مسلح محافظ یا دربان کوئی نہیں ہوا کرتا تھا۔

یہ اسلامی دستور یا اصول ریاست وسیاست میں واقع ہونے والے وہ تغیرات تھے جن کو اصلی حالت میں بحال کرنے کے لئے راکب دوش مصطفیٰ حضرت سیدنا امام حسینؓ نے دیگر اکابرین امت کے اختیار کردہ طریق رخصت کو اپنانے کی بجائے راہ عزیمت کا انتخاب کیا اور وقت کے ظالم، طاغوت کے نمائندے فرعون صفت حکمرانوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور مصطفوی مشن کی خاطر نہ صرف اپنی جان کی قربانی پیش کی بلکہ اپنے معصوم بچوں تک کو راہ خدا میں قربان کردیا۔

موجودہ دور میں شہادت حسینؓ کا درس

اے فرزندان ملت! یہ بات یاد رکھیں کہ حسین ایک شخصیت کا نام نہیں ایک پیغام ہے، آفاقی پیغام جو ہر دور کے مظلوم اور مجبور انسانوں کو درس عمل اور ولولہ تازہ اور شوق فراواں عطا کرتا ہے اور عطا کرتا رہے گا۔ حسینؓ نام ہے اس پولیٹیکل سکول آف تھاٹ کا جس میں اصولوں کی سودے بازی نہیں کی جاسکتی، حسینؓ ایک ملت ہے جس کا آغاز ابراہیم سے ہوا اور جو کربلا کے میدان میں اپنے نقطہ عروج کو پہنچی، حسینؓ صدائے انقلاب ہے جو ہر دور میں بلند ہوتی رہے گی، حسینؓ ایک تہذیب ہے اور معیار ہے شرافت کا۔

موجودہ دور میں جب یزیدی دور سیاست اپنے تمام تر ہتھکنڈوں کے ساتھ ایک مرتبہ پھر پوری مسلم دنیا کو اپنے تسلط میں لے چکا ہے اور اس کی سیاہ رات کے سائے روز بروز گہرے ہوتے جارہے ہیں اور اسی کے نتیجہ کے طور پر اس وقت تمام مسلم حکمران باطل کے حاشیہ نشینوں میں باقاعدہ شامل ہوچکے ہیں جس کے باعث ملت اسلامیہ اس وقت ہر جگہ یہود و ہنود کے مظالم کی چکی میں پس رہی ہے۔ بوسنیا، چیچنیا، کشمیر، ہندوستان، فلسطین اور دیگر علاقوں میں خون مسلم کچھ اس قدر ارزاں ہوچکا ہے کہ ان خطوں میں تڑپتے لاشے، فضاؤں میں اڑتے انسانی اعضاء، بوڑھی ماؤں کی آہیں، معصوم بچوں کی چیخیں جن سے فلک بوس پہاڑ بھی لرز رہے ہیں لیکن امن عالم کی نام نہاد داعی اقوام متحدہ میں بیٹھے ہوئے یہودیوں کو یہ آوازیں سنائی نہیں دیتیں ان حالات میں ملت اسلامیہ کے لئے بقاء اور نجات کا راستہ وہی ہے جو امام عالی مقامؓ نے اختیار کیا تھا۔ اب پوری ملت اسلامیہ کو یہ نوشتہ دیوار پڑھ لینا چاہئے کہ اس خطہ ارضی بالخصوص پاکستان کو اس وقت تک اقوام عالم کی صفوں میں باعزت مقام نہیں دلایا جاسکتا جب تک یزید کی معنوی اولاد اور طاغوت کے نمائندہ سیاست دانوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کرلیا جاتا، مصطفوی انقلاب ایک مرتبہ پھر کسی حسین کو معرکہ کربلا بپا کرتے دیکھنا چاہتا ہے۔ خون حسینؓ آج بھی ملت اسلامیہ کو پکار پکار کر صدائیں دے رہا ہے کہ اے اسلام کا نام لینے والو! میرے نانا محمد ﷺ کی غلامی کا دم بھرنے والو! اور ہر سال محرم الحرام کے دنوں میں میرے یوم شہادت کے دن منانے والو! تم کب مصطفوی انقلاب کے لئے بیدار ہوگے، کب ظالم کے دست تظلم کو مروڑ کر توڑ دو گے، کیا اب بھی ملت کی رسوائی و بے توقیری میں کوئی کسر باقی ہے۔ تم کب بے حمیت، بے غیرت اور بے حس حکمرانوں کو ان کے ایوانہائے اقتدار سے اٹھا کر پاؤں کی ٹھوکر سے مار بھگاؤ گے؟

اے روح حسینؓ، آج ہم اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ جو آپ نے اپنے سر اقدس اور معصوم بچوں کی قربانی دے کر ظلم کے خلاف ڈٹ جانے کا عملی درس دیا ہے ہم ان شاء اللہ اس کو پھر یاد کرتے ہوئے آپ کے نقوش پا کو اپنے لئے خضر راہ بنائیں گے۔

؎ یزیدی دور سیاست لپیٹا جائے گا — صدا حسینؓ کی گونجی ہے رہبر بن کر
وہ اور کشتیاں ہوں گی ڈبو دیا جن کو تم نے — ہماری راہ میں آنا کبھی بھنور بن کر

گستاخانہ قلم کی خرمائش

عشاقِ مصطفیٰ ﷺ کی آزمائش

تحریر: محمد حسین آزاد الازہری

نبی آخر الزماں، آقائے دوجہاں ، فخر کون و مکاں ، باعث تخلیق انساں، سائر لامکاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو تمام جہانوں کے لئے رحمت بن کر آئے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کی طرف قیامت تک اپنا رسول اور محبوب بنا کر بھیجا۔ جن کی رحمت بے پایاں سے اپنے ماننے والوں کے علاوہ غیروں (نہ ماننے والوں)نے بھی فائدہ اٹھایا جبکہ گزشتہ انبیاء و رسل کی امتیں اپنی نافرمانی ، ہٹ دھرمی اور کفر و شرک کے باعث مختلف قسم کے عذابوں سے دوچار ہوئیں ، کسی قوم کی صورت کو مسخ کر دیا گیا ، کسی قوم پر طوفان کا عذاب امڈ آیا ، کسی قوم کی بستی کو الٹ دیا گیا ، کسی قوم کو دریا برد کر دیا گیا ، کوئی قوم کسی مہلک بیماری میں مبتلاء ہو کر ہلاک ہوگئی ، مگر رسول رحمت ﷺ کے وجود مسعود کی برکت سے مکہ کے کفار و مشرکین اپنی نافرمانی ، سرکشی ، بغاوت ، مخالفت و مخاصمت اسلام اور دشمنی رسول ﷺ کے باوجود دنیا میں مذکورہ بالا قسم کے عذاب سے محفوظ و مامون رہے کیونکہ محبوب خدا نے ان کے لئے کبھی بد دعا نہیں فرمائی ۔ حالانکہ کفار و مشرکین نے خود عذاب الٰہی کو دعوت بھی دی تھی ، جسکا ذکر قرآن حکیم فرقان مجید کی سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۳۲ اور ۳۳ میں اس طرح کیا گیا ہے ''اور جب انہوں نے (طعناً) کہا : اے اللہ ! اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو (اس کی نافرمانی کے باعث) ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا ہم پر کوئی درد ناک عذاب بھیج دے O اور (درحقیقت بات یہ ہے کہ) اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ان پر عذاب فرمائے درآنحالیکہ (اے حبیب مکرم !) آپ بھی ان میں (موجود) ہوں اور نہ ہی اللہ ایسی حالت میں ان پر عذاب فرمانے والا ہے کہ وہ (اس سے) مغفرت طلب کر رہے ہوں'' (عرفان القرآن)

ایک مرتبہ پیغمبر امن و سلامتی ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول ﷺ آپ مشرکین کے خاتمے کے لئے بد دعا کریں جس پر رسول رحمت ﷺ نے جو ارشاد فرمایا وہ الفاظ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں : فرمایا ''میں لعنت کرنے والا نہیں بلکہ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔'' اسی طرح پیغمبر اعظم ﷺ نے اپنے جانثار صحابی حضرت طفیل بن عمرو دوسیؓ کو قبیلہ دوس کی طرف دعوت اسلام کے لئے بھیجا ۔

انہوں نے واپسی پر بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں رپورٹ پیش کی کہ قبیلہ دوس ہلاک ہوجائے کہ انہوں نے نافرمانی کرتے ہوئے دین اسلام قبول کرنے سے انکار کردیا ہے۔ یہ سن کر دیگر صحابہ کرامؓ جو مجلس میں موجود تھے گمان کرنے لگے کہ شاید رسول محتشم ﷺ ان کے لئے بد دعا کریں گے مگر پیغمبر اسلام کے دہن مبارک سے جو الفاظ موتی بن کر نکلے وہ آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔ فرمایا: باری تعالیٰ قبیلہ دوس کو ہدایت عطافرما اور اس کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرما''۔

اس طرح کے کئی واقعات ہیں جن سے تاریخ، حدیث اور سیرت کی کتب بھری پڑی ہیں۔ یہاں قرآن و حدیث کو کوٹ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ عظیم ذات، ہستی اور شخصیت جو محسن انسانیت ہیں جن کی رحمت سے یہود ونصاریٰ اور ان کے آباؤ اجداد بھی مستفید ہوئے۔ ان کے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہوئے بیہودہ، فرسودہ اور دلخراش فلم بنانے سے یہود و نصاریٰ اسلام دشمنی، بغض و عداوت، حسد و عناد اور مسلمانوں کے خاتمے کی عالمی سازش بے نقاب ہوگئی ہے۔ یہ عمل انتہائی انسانیت کش، ضلالت، انتہا پسندی، دہشت گردی پر مشتمل ہے۔ اور امن و سلامتی کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے جسکی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ اسے آزادی اظہار رائے کا نام دیکر اپنے گستاخ فلم ساز کے گناہ عظیم پر پردہ ڈالا جارہا ہے۔ لیکن انکی روشن خیالی اور آزادی اس وقت منافقت میں تبدیل ہوجاتی ہے جب انکا یہ قانون سامنے آتا ہے کہ ہولوکاسٹ کے واقعے کی نفی یا تردید جسمیں پچاس یا ساٹھ ہزار سے زائد یہودی مارے گئے کی یا ہلاک شدگان کی تعداد کو کم ظاہر کرنا اس نہ کوئی کتاب لکھی جاسکتی ہے نہ کوئی فلم بن سکتی ہے نہ اظہار رائے کیا جاسکتا ہے۔ ایسا کرنے والا مجرم ہوگا اور اسے سزا دی جائے گی۔ یہ دوغلہ پالیسی، دوہرا پن، منافقت اور کھلی دہشت گردی نہیں تو اور کیا ہے کہ اپنے لئے ایک قانون اور اہل اسلام کے لئے دوسرا۔

غیر مسلموں کی طرف سے توہین رسالت اور توہین انبیاء کا سلسلہ کوئی نیا نہیں ہے۔ کبھی گستاخ پادری ٹیری جونز قرآن پاک کو جلانے کی جسارت کرتا ہے، کبھی ملعون رشدی توہین آمیز کتاب لکھتا، کبھی گستاخانہ خاکے بنائے جاتے ہیں اور اب ''انوسنس آف مسلمز'' کے نام سے جو گستاخانہ فلم بنائی گئی ہے۔ ایک خبر کے مطابق ایک یہودی نے اپنی لابی سے چندہ اور مالی امداد اکٹھی کرکے بنائی ہے۔ امریکہ میں فلمائی گئی اس قبیح فلم میں پیغمبر اسلام ﷺ کی کردار کشی کرتے ہوئے حقیقت کے بالکل برعکس انہیں قتل و غارت کا شوقین ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ فلم جون کے آخر میں بنی اور اسے امریکہ کے ایک چھوٹے سے سینما گھر میں دکھایا گیا۔ جب اسے پذیرائی نہ ملی تو اس کے ٹریلر کو یو ٹیوب پر چلایا گیا اور اسکا ترجمہ عربی میں کیا گیا جس کی وجہ سے یہ فلم عام ہوگئی۔ اس فلم کے بارے میں کئی تضادات اور اصل حقائق سامنے آئے ہیں۔ جس سے اس کی اصل حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے یہ تضادات اور حقائق کچھ اس طرح ہیں:۔

۱۔ اس نام نہاد فلم کی ایک اداکارہ جسکا تعلق کیلی فورنیا سے ہے اور اس کا نام ''سنڈی لی گارسیا'' ہے نے ایک ویب سائٹ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اسے اس فلم کے بارے میں کہا گیا تھا کہ اس کا نام ''صحرائی جنگجو'' ہوگا اور یہ آج سے دو سال قبل کے مصر کے بارے میں ہوگی مگر اب معاملہ بالکل الٹ ہے لہٰذا وہ اس کے ڈائریکٹر کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں گی۔

۲۔ میڈیا کے کئی اداروں کے مطابق انہیں فون کر کے کہا گیا کہ فلم کے ہدایت کار کا نام ''سیم بیسائل'' ہے جنکی عمر چھپن سال ہے اور وہ اسرائیل سے تعلق رکھنے والے یہودی ہیں اور انہوں نے اس فلم کو تیار کرنے کے لئے مالدار یہودیوں سے کئی بلین ڈالر اکٹھے کئے تھے۔

۳۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ فلم کی تشہیر کرنے والے کا نام ''سٹیو کلائن(Steve Klein) ہے جسکا تعلق امریکہ سے ہے جو انتہاء پسند عیسائی ہے اور اسلام مخالف ہے۔وہ کہتا ہے کہ ہم نے اس فلم کے ذریعے لوگوں کو خبر دار کیا ہے کہ اگر مسلمانوں کی آبادی امریکہ میں دس فیصد تک پہنچ گئی تو ہم خطرے میں گھر جائیں گے۔یہ شخص امریکی ٹیلی ویژن کے پروگرام'' جاگو امریکہ جاگو'' کا میزبان ہے۔جس میں وہ اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا رہتا ہے۔

۴۔ قرآن پاک کو(نعوذ باللہ)نذر آتش کرنے والے ملعون پادری ٹیری جونز کا کہنا ہے کہ فلم کی تشہیر کے سلسلے میں انکا سیم بیسائل سے رابطہ ضرور تھا مگر وہ ان سے کبھی نہیں ملے۔اس لئے وہ ان کی شناخت بھی نہیں کر سکتے۔

۵۔ ایک اور اسلام دشمن امریکن نیشنل اسمبلی سے تعلق رکھنے والے'' مورس صادق'' جو مصری نژاد اور امریکی ہیں کا کہنا ہے کہ اس فلم کی تشہیر میں قبطی عیسائی فرقہ شامل ہے۔

۶۔ ایسوسی ایٹڈ پریس خبر ایجنسی کے نامہ نگاروں کے مطابق انہوں نے سیم بیسائل کا فون پر انٹرویو کیا اور اس کے ذریعے کیلی فورنیا کے ایک 56 سالہ شخص ''بیسلی نکولا'' کا علم ہوا جس نے اس فلم میں کام کیا تھا وہ قبطی عیسائی ہے اس سے رابطہ کیا گیا تو اس نے فلم کے لئے ساز و سامان کی فراہمی اور پروڈکشن میں شامل ہونیکا اقرار کیا۔مگر ساتھ ہی سیم بیسائل سے لاتعلقی کا بھی اظہار کیا۔جس سے اس نام کا فرضی ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے۔

۷۔ یہ بات بھی منظر عام پر آئی ہے کہ یہ شرمناک فلم بنانے والا امریکی نژاد اسرائیلی باشندہ ہے۔اس فلم کو بنانے کے لئے اس نے ایک سو یہودیوں سے 5 ملین ڈالر چندہ جمع کیا اور اس فلم میں اس نے اداکاروں کے علاوہ دیگر 45 افراد کو شامل کیا اور تین ماہ میں کیلی فورنیا میں اس فلم کو مکمل کیا گیا اور تین ماہ پہلے اسے ہالی ووڈ کے ایک تھیٹر پر دکھایا گیا اس کے بعد اس کی عربی زبان میں ڈبنگ کی گئی اور یوٹیوب پر چڑھنے کی وجہ سے منظر عام پر آئی۔

۸۔ میڈیا کی اطلاع کے مطابق یہ گستاخانہ اور توہین آمیز فلم جس کا نام '' Innocence of Muslims'' ہے جس ادارے نے بنائی ہے اس کا نام "Media for christ" ہے جس کے مالک کا

نام جوزف نصر اللہ عبد المسیح ہے اور یہ مصری قبطی ہے ۔ یہ شخص طویل عرصہ سے اسلام دشمن سرگرمیوں میں مصروف ہے اور اس کا دوسرا ساتھی جسکا نام ''مارس صادق'' ہے وہ بھی قبطی ہے اور عرصہ دراز سے مسلمانوں کے خلاف سرگرم عمل ہے ۔اس شخص نے فلم کا انگریزی سے عربی میں ترجمہ کیا اور مصری صحافیوں کو بھی اس کا لنک بھیجا ۔ اس بد بخت نے کئی بار اسرائیل سے کہا کہ وہ مصر پر حملہ کر کے وہاں کے باشندوں کو آزادی دلائے اور ملک کو قبطیوں کے حوالے کیا جائے یہی وجہ ہے کہ مصری حکومت نے اسے 2011ء سے مصر سے نکال کر اس کی شہریت منسوخ کر دی ہے ۔

دوسری طرف مصر میں عیسائی تنظیموں نے اس شرمناک فلم کی مذمت کرتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ مل کر احتجاج کیا۔قبطی چرچ سے بھی اس کی بھرپور مذمت کی گئی ہے ۔ لیبیا کے شہر بن غازی میں مشتعل مظاہرین نے امریکی سفارتخانے کو نذر آتش کر دیا اورا مریکی سفیر Stevens کو قتل کر دیا گیا جبکہ تین مزید امریکی بھی جھلس کر ہلاک ہوگئے اور دس لیبیا کے شہری بھی مارے گئے ۔جس پر امریکی صدر باراک اوباما نے لیبیا کے ساحلوں پر میزائل بردار بحری جہاز بھجوا کر فوج کشی کر دی جائے ۔غور طلب بات یہ ہے کہ امریکی صدر کو اپنے چار افراد کے قتل کا افسوس ہے مگر اسے یہ توفیق نہیں کہ پوری اسلامی دنیا میں جس شخص نے آگ لگائی اور اشتعال انگیزی کی اس کے خلاف بھی کاروائی کا حکم کرے اور اس اسرائیلی فلم میکر کو کیفر کردار تک پہنچانے کے علاوہ اس فلم پر بھی پابندی لگائے۔ دوسری طرف اس ملعون فلم میکر کو بھی اس قتل و غارت گری اور فسادات پر کوئی افسوس نہیں ہوا بلکہ اس کا کہنا تھا کہ امریکی سفارتخانوں میں سیکیورٹی کے انتظامات کو سخت کیا جائے۔ یہ امریکی یہودی صرف اپنی نہیں بلکہ پوری امریکی قوم کے خبث باطن کا آئینہ دار ہے۔جس نے فلم میں اس عظیم ہستی کو موضوع بحث بنایا ہے جو جان کائنات ہے اور جو دنیا بھر کے مسلمانوں کا ملجاوماویٰ ہے ۔

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اس اشتعال انگیز اور گستاخی رسول ﷺ پر مبنی فلم کو 9/11 کے واقعہ کی گیارھویں برسی پر آن ایئر کیا گیا جسکے بعد امت مسلمہ میں غیظ وغضب کی لہر دوڑ گئی اور مصر ، یمن ، تیونس، مراکش ، سوڈان، افغانستان، بنگلہ دیش، اور پاکستان میں اس فلم کے خلاف احتجاجی جلسے جلوس اور ریلیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ۔ کہیں امریکی پرچم نذر آتش کیا گیا تو کہیں سفارت خانہ اور امریکی صدر کے پتلے بھی جلائے گئے۔ پاکستان میں میڈیا پر ٹیبل ٹاک کی گئی ۔ اخباروں میں اداریے لکھے گئے اور حکومتی سطح پر گزشتہ جمعۃ المبارک کے دن عام تعطیل کی گئی اور یوم عشق رسول ﷺ منایا گیا۔علماء کرام نے جمعۃ المبارک میں تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے جوشیلے خطابات کئے گئے اور جمعہ کے بعد عوام الناس نے سڑکوں پر آ کر اپنے جذبہء ایمانی کا مظاہرہ کیا ۔ اس حد تک تو درست تھا مگر جو اپنی ہی املاک کو نقصان پہنچایا گیا ، اپنی ہی پولیس کے سپاہیوں اور عوام الناس کو مارا گیا ۔ انکا کیا قصور تھا ؟ انکے خون کا حساب کون دے گا ؟ بعض شر پسند عناصر کی وجہ سے اس مقدس دن کو خونی دن میں بدل دیا گیا جس کی وجہ سے غیروں کو جگ ہنسائی کا موقع دیا گیا ۔ یہی گستاخ فلم ساز کا

مقصد تھا۔ اپنے ہی ملک کے پولیس سٹیشنز، پٹرول پمپس اور گاڑیوں کو تباہ کیا گیا۔ اس بھیانک عمل کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ علماء کرام نے اپنے خطابات میں بھی اور حکومت کی سطح پر بھی پر امن مظاہرے کرنے کا اعلان کیا گیا تھا جس پر اگر عمل درآمد کیا جاتا تو پاکستان کے عوام کے جان و مال کا اتنا نقصان نہ ہوتا۔ ایسا طرز عمل طاغوتی ایجنڈے کو مکمل کرنے کے مترادف ہے۔

اس سے ایک دن قبل ہونے والی تحریک منہاج القرآن لاہور کی پر امن عظمت مصطفیٰ ﷺ ریلی اپنے ڈسپلن اور نظم و ضبط کے اعتبار سے مثالی اور قابل تقلید تھی جس میں ہزار ہا مردوں کے علاوہ ہزار ہا خواتین بھی شریک ہوئیں اور چھوٹے بچے بھی جنہوں نے انتہائی پر امن اور محتاط انداز میں اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ شرکاء نے اسم محمد ﷺ کے بینرز اٹھا رکھے تھے اور عظمت مصطفیٰ ﷺ کے ترانے الاپ رہے تھے یہ ریلی ریلوے اسٹیشن لاہور سے 2 بجے دن شروع ہو کر 5 بجے جی پی او چوک پر اختتام پذیر ہوئی اور آخر میں تحریک کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے بجا فرمایا کہ لاہور کی سب سے بڑی احتجاجی ریلی کے باجود نہ کسی کی دل آزاری ہوئی نہ املاک کی تباہی اور پھر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس موقع پر خصوصی خطاب کرتے ہوئے جس انداز سے شرکاء اور بالخصوص میڈیا اور عالمی برادری کو امن کا پیغام دیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے ریلی کے آخر میں دورو یا سڑک پر نماز عصر کا باجماعت پڑھا جانا اور ملک وقوم اور عالم اسلام کی سلامتی کی دعا پر ریلی کا اختتام بھی منہاج القرآن کے اسم بامسمی ہونیکی غمازی کرتا تھا مگر جو کچھ اگلے دن **جمعۃ المبارک** کو یوم عشق رسول ﷺ مناتے ہوئے سیرت مصطفیٰ ﷺ کو بھلا کر انہی سڑکوں پر نمازوں سے بے پرواہ ہو کر جس طرح توڑ پھوڑ کی گئی اور جس بے حسی کا مظاہرہ کیا گیا اس پر دل خون کے آنسو روتا ہے جس سے عالمی میڈیا میں اہل اسلام کے بارے میں غلط تاثر قائم ہوا۔

اگر اس بیہودہ، فلم کے پس منظر اور مقاصد کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیا کے امن کو تباہ کرنے کی عالمی سازش ہے کیونکہ دشمنان اسلام پہلے خود مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کا واقعہ رونما کرواتے ہیں پھر اس کی تشہیر کرتے ہیں اور پھر اس کے ردعمل کے نتیجے میں اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرتے ہیں۔ یہی معاملہ دیکھ لیں اس فلم کو پہلے صہیونیوں نے فنانس کروا کر مکمل کروایا پھر اسے چپکے سے ریلیز کروایا پھر بھی مقاصد پورے نہ ہوئے تو اسکا عربی میں ترجمہ کروا کر بعض ممالک کے TV چینلز پر چلوایا اور پھر اس کے کچھ حصے یوٹیوب اور بعض ویب سائٹ پر بھی ڈاؤن لوڈ کروادیئے گئے جس کی وجہ سے آج پورا عالم اسلام سراپا احتجاج بن چکا ہے۔ لہٰذا اس کا اصل مقصد بین المذاہب تصادم کے علاوہ عالمی جنگ کو دعوت دینا ہے یہی وہ گھناؤنی سازش ہے جسے دنیا کی سپر پاور امریکہ سمیت عالم مغرب نے تیار کیا ہے۔ اگر امریکہ اور عالم مغرب ایک اور جنگ عظیم سے بچنا چاہتا ہے اور ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اس طرح کی سازش تیار نہیں کی جارہی تو پھر اسے فوری طور پر اس اشتعال

انگیز فلم پر پابندی عائد کرنا ہوگی اور اس کے تیار کرنے والے تمام افراد اور ان کو فنانس کرنے والے تمام لوگوں پر فوری مقدمہ دائر کرنا ہوگا ۔ ہر مسلمان کے دل کی آواز یہی ہے اور عالمی سطح پر ویب سائٹ اور یوٹیوب سے اس فلم کے حصے خارج کئے جائیں اور آئندہ بھی اس کی تشہیر پر پابندی لگا دی جائے ۔

عالم اسلام کے حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ فوری طور پر او آئی سی کا اجلاس بلا کر مشترکہ لائحہ عمل اختیار کریں اور تمام اسلامی ممالک کو ساتھ ملا کر سفارتی سطح پر مذاکرات کے ذریعے عالمی عدالت میں مقدمہ دائر کریں اور مطالبات منوائیں ۔ بالخصوص UNO میں ایک ایسا قانون بنایا جائے جس کی رو سے کسی بھی نبی اور رسول کی گستاخی کرنا بین الاقوامی جرم قرار پایا جائے اور مجرم کو فوری کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ اس شر انگیز فلم کے خلاف دنیا بھر میں مسلمان احتجاج کر رہے ہیں۔ پچاس اسلامی ممالک ہیں اور تقریبا سوا ارب مسلمان ہیں جو سب مل کر ابھی تک فلم ساز ، اس کے معاونین اور تشہیر کرنے والوں کو سزا نہیں دلوا سکے ۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جونہی یہ دلخراش واقعہ رونما ہوا تو تمام اسلامی ممالک ایک مشترکہ کانفرنس بلاتے اور امریکہ سے اس فلم پر پابندی لگانے اور اسمیں ملوث افراد خواہ وہ اسرائیلی ہیں یا امریکی انکو گرفتار کر کے عدالت میں مقدمہ چلانے اور اسلامی شریعت کے مطابق سزا دینے کا بھرپور مطالبہ کرتے اور مسلمانان عالم کے جو جذبات مجروح ہوئے ہیں انکا ازالہ کیا جاتا مگر اسلامی حکومتیں ، او آئی سی اور تمام حکمران اس میں ناکام رہے جسکی وجہ سے عوام الناس کو سڑکوں پر نکلے اور شر پسندوں کو اپنی ہی جان و مال کو ضائع کرنے کا موقع ملا اور وہ دلخراش اور روح فرسا واقعات بھی پیش آئے جسکا اوپر ذکر ہو چکا ہے ۔

ایک اور اہم بات یہ بھی ہے کہ گورنمنٹ آف پاکستان کو بالخصوص اپنے اندورنی اور داخلی معاملات پر گہری نظر رکھنا ہوگی کیونکہ امریکی انتظامیہ ڈرون حملوں کے باوجود کافی عرصہ سے پاکستان کے شمالی علاقہ وزیرستان میں فوجی آپریشن کے حوالے سے دباؤ ڈال رہی ہے ۔ اب اس اشتعال انگیز امریکی فلم کے ردعمل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امریکہ اپنے مذموم مقاصد پورے کرے گا کیونکہ ماضی میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے۔ سلمان رشدی سے لیکر ٹیری جونز تک سب کو امریکی اشیر باد حاصل رہی ہے۔ انہیں مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی اور دوسری طرف مسلمانوں پر ڈرون اٹیک اور افغانستان کو اپنی کالونی بنانے کی مذموم کوشش کی گئی۔ اب یہودی لابی، ملعون پروڈیوسر اور فلم ساز یہی چاہتے ہیں کہ اس فلم کے ذریعے مسلم ملکوں میں انتشار پھیلے ، انارکی کو ہوا ملے اور مسلم ملکوں کے عوام سڑکوں پر آ کر امن و امان لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا کر دیں اور امریکہ اس بہانے سے مسلم ممالک میں اپنی فوجیں داخل کر دے جیسے اس نے لیبیا میں اپنے لڑاکا بحری جہاز بھجوائے اور دیگر ملکوں میں بھی اعلان کیا ہے کہ مظاہرین کو کنٹرول کرنے کے لئے اپنے فوجی دستے بھیجے گا۔

ان حالات میں ضرورت اس امر کی ہے جب تک ہم یہودی لابی کا زور نہیں توڑتے اور دانش

اورحکمت سے کام لیکر معاشی طور پر امریکہ اور یورپ کو کمزور نہیں کرتے اس وقت تک کامیابی ممکن نہیں ۔جس کا طریقہ یہ ہے کہ انکے سرمایہ دارانہ نظام پرکاری ضرب لگائی جائے اور امریکی اور یورپی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے ۔ دنیا کے سوا ارب مسلمان اور 57 ملک ہیں اگر تمام ملکر یورپی اور امریکی مال کا معاشی بائیکاٹ کر لیں تو انکے معاشی نظام کو جھٹکا لگے گا اور اربوں کھربوں ڈالر ان کے بینکوں میں جانے سے رک جائیں گے ۔ پھر انکی حکومتیں اور سرمایہ دار سوچنے پر مجبور ہونگے کہ مسلم ممالک کی کتنی اہمیت ہے۔ وہاں کا تاجر طبقہ، ملٹی نیشنل کمپنیاں اپنے درمیان ان گستاخ عناصر کو جو انکا معاشی نقصان کرنے والے ہونگے کب برداشت کریں گے؟ ہمیں تو ان لوگوں کو واصل جہنم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جو گستاخان رسول اور دشمنان اسلام ہیں جو انہیں مالی نقصان پہنچا ئے بغیر ممکن نہیں۔شومئی قسمت سے ہم احتجاج تو گستاخانہ فلم کے خلاف کر رہے ہیں مگر املاک اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی تباہ کر رہے ہیں اور اپنے ہی ملک کے پٹرول پمپ، گاڑیاں اور بسیں جلا رہے ہیں۔پولیس چوکیوں اور پولیس اہل کاروں کو نشانہ بنا رہے ہیں جو ہمارے مسلمان بھائی اور محافظ ہیں۔ اس طرح دوسرے ملک کے سفارت خانے جلاکر ہم شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ایک دشمن ملک کی عمارت کو نقصان پہنچایا لیکن ایسا ہر گز نہیں ہے کیونکہ ماضی میں جب بھی غیر ملکی سفارت خانوں ، قونصل خانوں کو مسلمان مظاہرین کی طرف سے نقصان پہنچایا گیا تو اس کی مرمت کا مکمل خرچ گورنمنٹ آف پاکستان کو ہی ادا کرنا پڑا لہٰذا یہ نقصان ہمارا ہی ہوا کیونکہ بالواسطہ طور پر یہ سارا حکومتی خرچ پاکستان کے ٹیکس ادا کرنے والوں پر ہی پڑتا ہے لہٰذا جو لوگ غیر ملکی دفاتر اور املاک کو نقصان پہنچا کر اپنا غصہ نکال لیتے ہیں وہ کسی کا نہیں اپنا ہی نقصان کرتے ہیں لہٰذا احتجاج میں بھی جوش کی بجائے ہوش سے کام لیا جائے ۔ ہمارے جوش کا انداز مولانا ظفر علی خان کے الفاظ میں یوں ہونا چاہیے ۔

نماز اچھی ، حج اچھا، روزہ اچھا ،زکوٰۃ اچھی　　مگر میں باوجود اسکے مسلماں ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی حرمت پر　　خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

یہ جذبہ ایمانی اور عشق مصطفیٰ ﷺ ہے مگر سیرت مصطفیٰ ﷺ یہ ہے جنکی محبت و عشق اور ادب و تعظیم کا ہم دم بھرتے ہیں انہوں نے تو کسی بے گناہ کو قتل کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے لہٰذا تشدد اور قتل غارت کا راستہ اپنانے کی بجائے ہمیں حکومتی اور سفارتی سطح پر او آئی سی کے ذریعے جسمیں ساری مسلم حکومتوں کی نمائندگی ہے کے ذریعے UNO سے یہ مطالبہ تسلیم کروانا چاہیے کہ جس طرح ہولوکاسٹ سے انکار مغربی ملکوں کے نزدیک جرم ہے اسی طرح پیغمبر اسلام اور کسی نبی و رسول کی شان میں گستاخی کو بھی جرم عظیم قرار دیا جائے اور اس کے مرتکب کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے ۔اب مسلمان ممالک کے حکمرانوں کی غیرت کا امتحان ہے ۔

☆☆☆☆☆

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

راضیہ نوید

آنحضور ﷺ کی محبوب ترین رفیقہ حیات کا نام حضرت عائشہ صدیقہؓ ہے۔ آپؓ ایک دریا دل، عالی ظرف، غریبوں کی ہمدرد و غمگسار، خواتین کے حقوق کی علمبردار اور مال و دولت سے مستغنیٰ اور بے نیاز خاتون تھیں۔ آپؓ نے اپنی روحانی اولاد کو دین و شریعت اور حکمت کی تعلیم دینے کے لئے بے مثال کردار ادا کیا۔ تمام اہل ایمان آپؓ کو اپنی عظیم ماں اور بلند پایہ معلّمہ تصور کرتے ہیں اور خصوصاً آپؓ کے علم و فضل سے خواتین نے بے پناہ فیض حاصل کیا۔ آپؓ ہی وہ عظیم ہستی ہیں جن کی صداقت و شرافت کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے۔

آپؓ نبوت کے پانچویں سال، شوال کے مہینے میں پیدا ہوئیں۔ آپؓ کا نام عائشہ رکھا گیا۔ والد کا نام عبداللہ، کنیت ابوبکر اور لقب صدیق تھا۔ والدہ کا نام زینب اور کنیت ام رومان تھی۔ آپؓ کا شجرہ نسب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ والد کی طرف سے آٹھویں پشت اور والدہ کی طرف سے بارہویں پشت پر جا کر ملتا ہے۔ مورخین نے آپؓ کا شجرہ نسب کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

عائشہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ بن قحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم مرہ بن کعب بن لوی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جس گھر میں آنکھ کھولی وہ توحید و رسالت کی روشنی سے منور تھا۔ اس گھر میں اللہ رب العزت کی عبادت کی جاتی اور قرآنی آیات کی تلاوت کی جاتی تھی۔ حضور ﷺ کی زیارت کا شرف تقریباً روزانہ حاصل ہوتا۔ اس پاکیزہ ماحول نے آپؓ کے معصوم ذہن پر اخلاقی و روحانی اعتبار سے کافی مثبت اثرات مرتب کئے۔ بچپن میں آپؓ کھیل کی شوقین تھیں۔ آپؓ کے اردگرد بچوں کا ہجوم رہتا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ قدرت نے ان میں باہمی میل جول اور روابط قائم کرنے کی صلاحیت رکھی تھی۔ آپؓ کا پسندیدہ کھیل گڑیوں سے کھیلنا اور جھولا جھولنا تھا۔ بچپن ہی سے آپؓ کے انداز گفتگو اور اطوار سے ذہانت و فطانت جھلکتی تھی۔

آپؓ کی قوت حافظہ بڑی تیز تھی۔ کھیل کود کے دوران بھی اگر کوئی آیت سن لیتیں تو فوراً حفظ کرلیا کرتی تھیں۔

نبوت کے دسویں سال رمضان المبارک میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ انتقال فرما گئیں۔ ان کی وفات سے گھر کا نظام درہم برہم ہوگیا اور تبلیغی کوششوں میں بے پناہ رکاوٹیں آئیں چنانچہ ایک روز حضرت خولہؓ بنت حکیم آپ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ کو دوسرے نکاح کا مشورہ دیا اور بیواؤں میں حضرت سودہؓ اور کنواریوں میں سے حضرت عائشہؓ کا نام تجویز کیا۔ آپ ﷺ کی رضا مندی معلوم کرنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور رشتے کا ذکر کیا۔ آپؓ نے اس رشتے کو قبول کرلیا چنانچہ شوال ۱۰ نبوی میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کا نکاح حضور ﷺ سے کردیا۔ اس موقع پر پانچ سو درہم حق مہر مقرر ہوا۔ اس کے علاوہ آنحضور ﷺ کو اس نکاح کی بشارت بھی مل چکی تھی۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''میں تین رات خواب میں تمہیں اس طرح دیکھتا رہا کہ ایک فرشتہ ریشم کے سفید کپڑے میں تیری تصویر میرے سامنے لاتا اور کہتا کہ یہ آپ ﷺ کی بیوی ہے۔ میں تصویر کا پردہ اٹھا کر چہرہ دیکھتا تو وہ تمہارا ہی چہرہ ہوتا اور میں یہ کہا کرتا کہ اگر یہ اطلاع خدا کی طرف سے ہے تو وہ خود ہی اسے پورا بھی فرمائے گا''۔

حضور ﷺ کی تقریب نکاح نے عرب میں رائج مختلف رسوم و رواج کو ختم فرمادیا۔

۱۔ منہ بولے بھائی کی بیٹی سے شادی نہ کرنے کی رسم ختم ہوگئی کیونکہ ان رشتوں کو بنیاد بنا کر نکاح کے لئے جائز اور وسیع حلقے کو تنگ کرنا قطعاً درست نہ تھا۔

۲۔ شوال میں شادی نہ کرنا جبکہ آپؓ کی شادی اور رخصتی شوال میں ہوئیں۔ عرب شوال کو منحوس خیال کرتے تھے کیونکہ ایک دفعہ عرب میں اس مہینے میں طاعون کی سخت وبا پھیلی جس سے لاتعداد لوگ لقمہ اجل بن گئے لہذا موہوم خیالات و افکار کی بنیاد پر بعض دنوں اور بعض مہینوں کو منحوس قرار دینا غیر فطری اور عقل و دانش کے خلاف ہے۔

۳۔ نکاح کی یہ تقریب انتہائی سادگی سے انعقاد پذیر ہوئی جس میں تمام مشرکانہ اور مسرفانہ رسموں اور پابندیوں کا خاتمہ کیا گیا مثلاً دلہن کے آگے آگے آگ جلانا اور شوہر پہلی ملاقات محمل کے اندر کرنا وغیرہ تاکہ سادگی کا رواج عام کیا جائے۔

ہجرت مدینہ کے وقت حضور ﷺ کے خاندان کے چند افراد کے علاوہ آپؓ بھی مکہ میں رہ گئیں۔ بعد میں حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ اپنی والدہ ام رومانؓ اور دونوں بہنوں حضرت اسماءؓ اور حضرت عائشہؓ کو لے کر مدینہ پہنچے۔

قدرت نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے تعلیم و تربیت کا اہم کام لینا تھا لہذا آپؓ کی تعلیم و تربیت کا خصوصی بندوبست کیا۔ دس سال تک آپؓ اپنے والد حضرت ابوبکرؓ کے زیر تربیت رہیں جن کا دل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت سے معمور تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ علم الانساب کے ماہر تھے، شعر و ادب کا بے پناہ ذوق رکھتے تھے۔ معاملہ فہمی کی صلاحیت رکھنے کے ساتھ خوابوں کی تعبیر بتانے میں بھی ماہر تھے لہذا آپ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے والہانہ محبت، علم الانساب میں مہارت، معاملہ فہمی کی صلاحیت اور تعبیر الرؤیاء کی استعداد میکے سے ہی اپنے ساتھ لائی تھیں۔ جب آپؓ کا شانہ مصطفیٰ ﷺ میں تشریف لائیں تو حضور ﷺ کی قربت کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کا وہ عظیم موقع ملا جس نے آپؓ کو پوری امت مسلمہ کی عظیم معلّمہ کے منصب پر فائز فرمایا۔ دیگر ازواج مطہرات حضور ﷺ کے نکاح میں بیوہ ہوکر آئیں اور بعض کے ساتھ انکے سابق شوہروں کی اولاد بھی تھی اور وہ عمر کے اس حصے میں تھیں جہاں پڑھنے، لکھنے اور سیکھنے کی صلاحیتیں کمزور پڑجاتی ہیں۔ صرف حضرت عائشہؓ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ لڑکپن میں حرم نبوت کا حصہ بنیں جب پڑھنے، علم حاصل کرنے اور نئی معلومات جاننے کی قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ حضور ﷺ کی نظر عنایت نے بھی ان کے قلب و ذہن کو بے پناہ وسعت عطا فرمائی۔ آپؓ کو لکھنا نہیں آتا تھا لیکن قرآن کے مطالب، احکام اور تعلیمات وغیرہ سیکھنے کے لئے مواقع بکثرت موجود تھے۔ حضور ﷺ بنفس نفیس آپؓ کے پاس موجود ہوتے۔ آپؓ ان کی باتیں سنتی، اعمال و افعال کا مشاہدہ کرتیں اور جب مسجد میں درس و تدریس کی مجلس لگتی تو آپؓ اپنے حجرہ میں بیٹھ کر بآسانی استفادہ کرلیتیں۔ جس بات کو سمجھنے میں مشکل پیش آتی وہ حضور ﷺ سے دریافت کرلیتیں اور آپ ﷺ نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی فرماتے بلکہ سوالات کا تسلی بخش جواب عنایت فرماتے۔ حضرت عائشہؓ کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے لئے ایک ایسے گھر کا انتخاب کیا جہاں سوکنوں کے علاوہ سوتیلی اولاد بھی تھی۔ مگر آپؓ نے ہر موقع پر بے پایاں تحمل اور رواداری کا مثالی مظاہرہ کیا بلکہ آپؓ نے ایسی متعدد احادیث روایت کی ہیں کہ اگر سوکن اور سوتیلی اولاد کے حوالے سے تھوڑا سا بھی دل میں بغض ہوتا تو وہ بیان نہ کرتیں۔ آپؓ کے تعلقات ہمیشہ نہایت صاف ستھرے اور خوشگوار رہے۔

شعبان ۲ ہجری میں حضور ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنو مصطلق دوسرے قبائل کو ساتھ ملا کر جنگی تیاریاں کررہا ہے لہذا آپ ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچے تاکہ فتنے کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ اس مہم میں بہت سے منافقوں کے ساتھ عبداللہ بن ابی بھی شامل تھا۔ منافق گروہ کے سب سے بڑے دشمن حضرت ابوبکرؓ

اور حضرت عمرؓ تھے۔ اسی بناء پر حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو بدنام کرنے میں منافقین کی ناکام کوششوں کا بڑا حصہ صرف ہوا۔ اس سفر میں آنحضور ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہؓ بھی تھیں۔ عبداللہ بن ابی اس سفر کے دوران مسلمانوں میں فتنے کی چنگاریاں بھڑکاتا رہا مگر حضور ﷺ کی بابرکت شخصیت اپنے مدبرانہ طرز عمل سے معاملات سلجھاتی رہی مگر اس سفر میں ایک ایسے خطرناک فتنے نے سر اٹھایا کہ اگر آپ ﷺ کمال ضبط، صبر، تحمل اور حکمت و دانائی سے کام نہ لیتے تو مدینہ کی زمین پر سخت خانہ جنگی برپا ہوجاتی۔ یہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت کا فتنہ تھا جسے تاریخ میں واقعہ افک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ تقریباً ایک ماہ کے صبر آزما اور اذیت ناک مرحلے کے بعد اللہ رب العزت نے آیات برات نازل فرمائیں جن میں آپؓ کی پاکدامنی کی شہادت دی گئی۔ گویا آپؓ کو برات کا ایسا شرف ملا جس میں امت کی کوئی اور خاتون شریک نہیں اور یہ آیات برات قیامت تک تلاوت ہوتی رہیں گی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے کردار کا ایک اہم عنصر جرات و دلیری تھا اس لئے خطرناک موقعوں پر بھی ثابت قدم اور مطمئن رہتیں۔ ۳ھ میں جب غزوہ احد پیش آیا تو بعض روایات کے مطابق آپؓ لشکر کے ساتھ تھیں اس وقت آپؓ اپنی پیٹھ پر مشک لاد کر زخمیوں کو پانی پلاتیں اور جب حضور ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تو انہوں نے حضرت فاطمہؓ اور حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب کے ساتھ مل کر آپ ﷺ کے زخموں کو دھویا۔ ۵ ہجری میں عرب کی فوج نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا اور مسلمانوں نے شہر کے گرد خندق کھود کر اپنا دفاع کیا۔ اس موقع پر عورتوں اور بچوں کو ایک قلعہ میں جمع کردیا گیا۔ حضرت عائشہؓ قلعہ کے باہر آکر محاذ جنگ کا معائنہ کیا کرتی تھیں۔

ماہ صفر ۱۱ ہجری کے آخری دنوں میں حضور ﷺ آپؓ کے پاس تشریف لائے۔ آپ ﷺ کی طبیعت ناساز تھی۔ آپؓ تیرہ دن بیمار رہے۔ ان میں سے پانچ دن دوسری ازواج کے پاس گزارے جبکہ آٹھ دن حضرت عائشہؓ کے پاس قیام پذیر رہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو آپ ﷺ وصال فرماگئے اور آپ ﷺ کا سر انور سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی گود میں تھا۔ آپؓ کے حجرہ مبارک کو آپ ﷺ کی آخری اور ابدی آرام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپؓ تقریباً بتیس برس کی عمر میں بیوہ ہوئیں غم و اندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا مگر آپؓ نے بڑے وقار اور صبر کے ساتھ اس صدمے کو برداشت کیا۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ حضور ﷺ کے وصال کے بعد تقریباً سینتالیس برس زندہ رہیں آپؓ نے اپنی ساری زندگی لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وقف کردی۔ عطاء تابعی کا قول ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ سب

سے زیادہ فقیہہ، صاحب علم اور صائب الرائے تھیں۔ (حاکم مستدرک)

سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے علم نبوت کو افراد تک منتقل کرنے کے لئے دن رات محنت کی۔ آپؓ چھوٹے بچوں اور بچیوں کو اپنی کفالت میں لے کر نہ صرف ان کی پرورش کرتیں بلکہ زیور تعلیم و تربیت سے بھی آراستہ کرتیں اور ان کی شادیاں بھی اپنی سرپرستی میں کرتیں۔ حضرت عائشہؓ کی سفارش پر آنحضور ﷺ نے عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے الگ دن اور وقت مقرر فرمادیا تھا لہذا سب خواتین مقررہ وقت پر حاضر ہوجاتیں اور بحر نبوت سے فیض یاب ہوتیں۔ حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی حضرت عائشہؓ کے گھر پر درس گاہ باقاعدہ قائم رہی۔ خواتین بڑے ذوق و شوق سے اس میں شریک ہوتیں۔ نہ صرف خواتین بلکہ مردوں کے لئے بھی تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا کرتی تھیں۔ آپؓ کے حجرہ کے دروازے پر پردہ ڈال دیا جاتا اور آپؓ اوٹ میں بیٹھ جایا کرتی تھیں اور لوگ حجرے کے سامنے مسجد میں بیٹھ جاتے۔ وہ سوالات کرتے اور جوابات دیتی جاتیں۔ اس درسگاہ میں جلیل القدر صحابہؓ بھی ہوتے اور تابعیؒ بھی۔ یہی وہ شاگرد ہیں جنہوں نے آپؓ سے اکتساب علم کرنے کے بعد امت کی آنے والی نسلوں میں منتقل کیا۔ مدینہ منورہ کے باہر سے آنے والے بھی آپؓ کے علم سے فیض یاب ہوتے۔ مردوں کے علاوہ عورتوں کے وفود بھی بیرونی علاقوں سے حاضر خدمت ہوتے اور آپؓ ان کی تعلیم و تربیت فرماتیں۔ سیدہ عائشہؓ کا یہ معمول رہا کہ اپنی وفات تک ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتیں تاکہ دور دراز سے آنے والے لوگ آسانی سے حضور ﷺ کی تعلیمات کی تفصیل اور حکمتیں جان سکیں۔

سیدہ عائشہؓ نے اپنے عمل اور کردار سے ثابت کیا کہ عورت اسلام کی عائد کردہ تمام حدود و قیود کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے علمی، مذہبی، اجتماعی، اصلاح و ارشاد اور ملک و ملت کی بھلائی کے کام انجام دے سکتی ہے۔ آپؓ اپنے انہی فرائض کو انجام دیتے ہوئے ۶۷ سال کی عمر میں رمضان المبارک ۵۷ھ کے ابتدائی دنوں میں بیمار ہوئیں اور ۱۷ رمضان المبارک کو رحلت فرما گئیں۔ آپؓ نے وصیت فرمائی تھی کہ انہیں رات کے وقت ہی جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جب آپؓ کا وصال ہوا تو صرف ازواج الرسول ﷺ میں سے صرف حضرت ام سلمہؓ حیات تھیں۔ انہوں نے اس موقع پر فرمایا کہ عائشہؓ کے لئے جنت واجب ہے کیونکہ وہ رسول خدا ﷺ کی سب سے پیاری بیوی تھیں۔

بنت صدیق آرام جان و نبیؐ — اس حریم برات پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ — اس کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆☆

علامہ اقبالؒ اور ان کے فکری نظریات

عنبرین عاصم

علامہ اقبال کی شاعری کا اگر بغور مشاہدہ کیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شاعری دراصل اسلام کا مکمل مطالعہ ہے۔ ان کی شاعری ایک مخصوص فلسفہ حیات ہے جس میں زندگی کے بنیادی مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔ ایک انسان کو اپنی زندگی کس طرح سے گزارنی چاہئے اس فلسفہ کو اقبال نے فلسفہ خودی کی اصطلاح سے موسوم کیا ہے۔ اگر ہم اقبال کے فلسفہ خودی کو اچھی طرح سے سمجھ لیں تو ہم ان کی عظمت کے قائل ہوجائیں کیونکہ اس کا نمایاں وصف یہ ہے کہ اس میں نفی ذات، حیات گریز رجحانات کی بجائے اثبات ذات، تسخیر کائنات، جدوجہد، عظمت آدم اور احترام آدم کا تصور کارفرما ہے اور جب انسان ان مقاصد پر عمل درآمد کرتا ہے تو انسانی زندگی بہترین سانچے میں ڈھل جاتی ہے اور ایک بہترین سماجی نظام وجود میں آتا ہے جس کی آج کے دور میں بہت زیادہ ضرورت ہے۔

اقبال کا فلسفہ خودی جس انسان کی سمجھ میں آجاتا ہے اس کے لئے زندگی نہایت آسان ہوجاتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اقبال کا فلسفہ خودی پہلے اچھے طریقے سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ اقبال کا فلسفہ خودی دو بنیادوں پر استوار ہے۔ خودی اور بے خودی۔ خودی کا تعلق فرد کی ذات ہے۔ اس کا مقصد فرد کی تمام صلاحیتوں کی نشوونما اور اسے غیر اللہ سے بے نیاز کرنا ہے۔ انہی صلاحیتوں کو متوازن بنانے اور انہیں خلق خدا کے لئے وقف کردینے کا نام بے خودی ہے۔ بے خودی ایثار وقربانی اور انسانیت کی بے لوث خدمت سے عبارت ہے۔

خودی پیدا کرنے کے لئے انسان کو تین مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ مرحلہ اول ہے اطاعت، جب انسان اللہ تعالیٰ کے مروج کردہ اصولوں کو اپنالیتا ہے تو ظاہر ہے اس سے اس کی زندگی تو سنورتی ہے ساتھ ہی دوسروں کو فائدہ بھی دے جاتی ہے۔

دوسرا مرحلہ ہے ضبط نفس۔ اپنے نفس پر قابو پانا تو انسان کا سب سے بہترین وصف ہے جس کی وجہ

سے وہ بے شمار برائیوں سے بچا رہتا ہے۔ مرحلہ سوم ہے نیابت الٰہی۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم　　رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
افلاک سے ہے اس کی حریفانہ کشاکش　　خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن

نظام سرمایہ داری کے بجائے اقبال ایسے نظام زندگی کا خواہاں ہے جس میں تمیز بندہ و آقا کے بجائے اخوت و مساوات کا دور دورہ ہو۔ایک جگہ فرماتے ہیں:

تو راز کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا　　خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انسان کو　　اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

اقبال اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ　　دنیا ہے تیری منتظر روز مکافات

اقبال نے عدل و انصاف کی بنیاد محنت کو قرار دیا ہے۔ بغیر محنت کے جو بھی مال کسی کو ملتا ہے اسے وہ حرام قرار دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو اقبال کا فلسفہ حیات اثبات ذات کی تعمیر اور نشوونما کے لئے غیر طبقاتی سماج کے قیام کو لازم و ملزوم ٹھہراتا ہے۔

یہی مقصود و فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی　　اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

اقبال کی شاعری میں ایک اور چیز جس نے ہمیں بے پناہ متاثر کیا ہے اور حقیقت کو روزِ روشن کی طرح ہمارے سامنے پیش کیا ہے وہ ہے مغربی تہذیب۔ جسے اقبال محض ایک دکھاوا قرار دیتے ہیں۔ مسلمان آنکھیں بند کر کے مغرب کی ظاہری تقلید کر رہے تھے اور اس کی تقلید پر زور دے رہے تھے۔ اقبال نے اس چیز کو محسوس کیا اور اپنی شاعری کے ذریعے لوگوں کو پیغام دیا کہ اگر مسلمان اسی طرح مغربی تہذیب کی تقلید اندھا دھند کریں گے تو وہ ذلت و پستی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر جائیں گے اسی لئے وہ کہتے ہیں۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی　　شاخ نازک پہ جو آشیاں بنے گا ناپائیدار ہوگا

اقبال مغربی تہذیب کی رسمی اور سطحی تقلید کے مخالف تھے لیکن ان کی اچھی چیزیں اخذ کرنے میں کوئی برائی نہیں سمجھتے تھے۔ ان کے خیال میں قومیں محکوم ہو کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ایک جگہ اقبال بہت خوبصورتی سے انسان کو سمجھاتے ہیں کہ

اپنے من ڈوب کر پا جا سراغ زندگی　　تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اقبال اپنے آپ کو جاننے اور اپنے آپ کو تسخیر کرنے پر توجہ دے رہے ہیں۔ انہیں دوسروں کی نقالی پسند نہیں پسند وہ چاہتے ہیں کہ ہر انسان اپنا آپ پہچانے یا اس دنیا میں آنے کے مقصد کو سمجھے۔ زندگی کو ایک اصلاحی مقصد کے تحت گزارے۔

اقبال کی زندگی میں ان کی شاعری کا بنیادی مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمان اپنے آپ کو پہچانیں۔ ان کے خیال میں مسلمان جب اپنی قوت بازو پر یقین کرتے ہیں تو ترقی کے بڑے بڑے جھنڈے گاڑ دیتے ہیں۔ وہ انسان کے ذہن کو اندر تک جھنجھوڑتے ہیں تا کہ اسے شعور آئے۔ شاید اس لئے وہ اپنے اشعار میں کچھ ایسے حوالے دے دیتے ہیں کہ انسانی ذہن کے بند پرت کھلنے لگتے ہیں چونکہ اقبال مغربیت کو اپنے اوپر چھاتا محسوس کر رہے تھے تو انہوں نے مسلمانوں کو سمجھایا کہ سورج مشرق سے نکلتا ہے اور ہر طرف روشنیاں بکھیر دیتا ہے لیکن یہی سورج مغرب میں جا کر غروب ہوتا ہے اور ہر طرف تاریکی چھا جاتی ہے۔ بالکل مسلمان اسی طرح ہیں جب وہ اپنی اقدار، اپنی روایات اور اپنے اصولوں پر عمل کرتا ہے تو وہ ہر سو روشنیاں بکھیر دیتا ہے لیکن جب وہ اپنی اقدار چھوڑ کر دوسروں کی تقلید شروع کرتا ہے تو وہ غروب ہو جاتا ہے گویا ڈوب جاتا ہے۔

اٹھ آنکھ کھول! فلک دیکھ زمین دیکھ! مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ

اقبال کی مشہور نظمیں ''شکوہ'' اور ''جواب شکوہ'' سے کون واقف نہیں ہے۔ یہاں بھی اقبال کی شاعری مسلمانوں کی وحدت کا درس دے رہی ہے۔ اقبال بار بار مسلمانوں کو متحد رہنے کا درس دیتے ہیں اور آج کے دور کے حساب سے دیکھا جائے تو اقبال کی اس وقت کی شاعری آج کے اس مادی دور میں کس قدر ضروری ہے اور اس کو سمجھنا اور بھی زیادہ اہم ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

اقبال کی شاعری کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جو جو آیات مسلمانوں کی ہدایت کے لئے اتاری ہیں اقبال نے بہت خوبصورتی سے انہیں اپنے اشعار میں سمو دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کو اللہ نے انسان کے لئے بنیادی وصف قرار دیا ہے۔ اقبال نے کہا:

؎ کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ جہاد کا حکم کرتا ہے۔ اقبال لکھتے ہیں:

؎ میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے　　شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

اپنی ذات کو پہچاننے کے حوالے سے اقبال نے کیا خوبصورت کہا:

؎ تو راز کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہوجا　　خودی کا راز داں ہوجا، خدا کا ترجماں ہوجا

ہوس نے کردیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انسان کو　　اخوت کا بیاں ہوجا محبت کی زباں ہوجا

مومن کی بنیادی خوبیاں کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی پاکؐ کی صورت اس جہاں کو ایک روشن مثال عطا کی۔ اس چیز کو کس قدر خوبصورتی سے اقبال نے واضح کیا ہے۔

؎ ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ　　غالب و کار آفریں کارکشا، کارساز

خاکی و نوری نہاد، بندہ مولا صفات　　ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل　　اس کی ادا دل فریب اس کی نگہ دل نواز

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو　　رزم ہو یا نرم ہو، پاک دل و پاکباز

اقبال چاہتا ہے کہ مومن کا وجود جب عمل میں آتا ہے تو اس کی راہ میں حائل غلط نظام زندگی مٹ جائے تاکہ انسان کے اندر کی تمام صلاحیتیں کھل کر سامنے آئیں۔ علامہ اقبالؒ کی شاعری ہم سب کے لئے ایک ٹھوس مقام ہے جہاں اگر انسان ٹھہر جائے تو زندگی کے سچے اسلوب کو سمجھ لیتا ہے۔ کبھی مسجد قرطبہ کے صحن میں اکیلا نماز پڑھتا یہ وجود عشق خداوندی سے سرشار نظر آتا ہے تو کبھی انسانیت کی اسرار خودی اور رموز بے خودی کے گہرے سمندر میں دھکیل دیتا ہے۔ کبھی آزادی رائے کا شدید طلبگار ہے تو کبھی اسلامی حدود و قیود کا بہترین انداز سے پرچار کرتا نظر آتا ہے کبھی بال جبریل کی غزلیات میں عشق و محبت کے نغمے بکھیرتا ہے اور تصوف سے بھرپور ان غزلیات میں اقبال اللہ سے اپنے عشق کو مضبوط کرتا نظر آتا ہے۔ میرے خیال میں اقبال بلاشبہ اس صدی کا بہترین شاعر ہے۔ جس کے اشعار کی کرنیں ہر سو پھیل کر کل عالم کو منور کررہی ہیں۔ اقبال کا اپنا ہی یہ شعر ان کو واضح کررہا ہے۔

؎ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے　　بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

☆☆☆☆☆

آیئے قرآن سیکھیں

حافظ محمد سعید رضا بغدادی

عرفان القرآن کورس

درس نمبر 50 آیت نمبر ۱۰۶ تا ۱۰۸ (سورۃ البقرہ)

تجوید

وقف کا بیان

سوال: وقف کسے کہتے ہیں؟

جواب: کسی حرف کی حرکات کو تبدیل کر کے ساکن کرنا اور اس متحرک حرف کو ساکن کرنے کے بعد سانس توڑ کر ٹھہرنے کا نام ''وقف'' ہے۔

سوال: علاماتِ وقف مع نام و کیفیت بیان کریں؟

علامت وقف	نام	کیفیت وقفِ
O	وقفِ تام	یہ وقفِ (O) تام ہے یہاں ٹھہرنا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ (یہاں ٹھہریں)
لا	وصل	اگر وقفِ تام (O) پر (لا) ہو تو وصل کرنا بہتر ہے اگر آیت کے اندر ہو تو ہر صورت وصل کریں۔ (وصل سے مراد ہر صورت ملانا ہے)
م	وقفِ لازم	یہ علامت وقفِ لازم کی ہے۔ (ضرور ٹھہریں)

ط	وقفِ مطلق	یہ علامت وقفِ مطلق کی ہے۔ (یہاں ٹھہریں)
ج	وقفِ جائز	یہ علامت وقفِ جائز کی ہے۔ (یہاں وقف جائز ہے ٹھہریں)
ز	وقفِ مجوز	یہ علامت وقفِ مجوز کی ہے۔ (یہاں ٹھہرنے کا جواز ہے)

ترجمہ

مَانَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا

متن	مَا	نَنْسَخْ	مِنْ	اٰيَةٍ	اَوْ	نُنْسِ	هَا	نَاْتِ	بِخَيْرٍ	مِنْهَا
لفظی ترجمہ	جو کچھ	ہم منسوخ کرتے ہیں	کوئی	آیت	یا	ہم بھلا دیتے ہیں	اسکو	لے آتے ہیں	بہتر	اس سے
عرفان القرآن	ہم جب کوئی آیت منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں تو ہم لے آتے ہیں اس سے بہتر									

اَوْ مِثْلِهَا ط اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O

متن	اَوْ	مِثْلِهَا	اَلَمْ	تَعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
لفظی ترجمہ	یا	اس کی مثل	کیا نہیں	تجھے معلوم	بیشک	اللہ	پر	ہر	چیز	قادر ہے
عرفان القرآن	یا ویسی ہی کوئی' کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔									

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

متن	اَلَمْ	تَعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ
لفظی ترجمہ	کیا نہیں	تجھے معلوم	بیشک	اللہ	اسی کی	بادشاہت	آسمانوں	اور	زمین کی
عرفان القرآن	کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے۔								

وَمَالَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ O

متن	وَ	مَا	لَكُمْ	مِنْ دُوْنِ	اللّٰهِ	مِنْ	وَّلِيٍّ	وَّلَا	نَصِيْرٍ
لفظی ترجمہ	اور	نہیں	تمہارے لئے	سوائے	اللہ کے	کوئی	دوست	اور نہ	مددگار
عرفان القرآن	اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ ہی مددگار۔								

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ط

متن	أَمْ	تُرِيْدُوْنَ	أَنْ	تَسْئَلُوْا	رَسُولَكُم	كَمَا	سُئِلَ	مُوْسىٰ	مِنْ	قَبْلُ
لفظی ترجمہ	کیا	تم چاہتے ہو	کہ	سوال کرو	رسول اپنے سے	جس طرح	سوال کئے گئے	موسیٰ سے	اس سے	قبل
عرفان القرآن	(اے مسلمانو!) کیا تم چاہتے ہو کہ تم بھی اپنے رسول ﷺ سے اسی طرح سوالات کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰؑ سے سوال کئے گئے تھے									

وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِO

متن	وَ	مَنْ	يَّتَبَدَّلِ	الْكُفْرَ	بِالْإِيْمَانِ	فَقَدْ	ضَلَّ	سَوَآءَ	السَّبِيْلِ
لفظی ترجمہ	اور	جوکوئی	بدلے میں لے	کفر کو	ایمان کیساتھ	پس تحقیق	وہ گمراہ ہوا	سیدھے	راستے سے
عرفان القرآن	تو جوکوئی ایمان کے بدلے کفر حاصل کرے پس وہ واقعتاً سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔								

تفسیر

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا... الخ

ا۔ بعض آیات اور احکام خاص مقاصد اور مصالح کی تکمیل کیلئے نازل کیے گئے ۔جب وہ مقاصد اور مصالح پورے ہو گئے تو انہیں منسوخ کر کے نئے احکام اتارے گئے اور ان پر اسلام کے نظام کی بنیاد رکھی گئی۔ اس میں تشریعی اور تکوینی دونوں حیثیتیں پیش نظر تھیں۔ یہی فلسفہ نسخ ہے۔

فائدہ: سالک بعض اوقات قلبی کیفیات اور روحانی واردات میں سے کسی سے محروم کر دیا جاتا ہے حالانکہ اس کا کوئی قصور اور گناہ نہیں ہوتا۔ایسی صورت میں باری تعالیٰ سابقہ کیفیت کو منسوخ کر کے اسے نئی اعلیٰ کیفیت سے نوازتے ہیں۔ یہ طریق علاج ہے ۔اطباء بھی مریضوں کے علاج کے بارے میں صحیح تشخیص اور صحیح تجویز کے باوجود ادویات مرحلہ وار بدلتے رہتے ہیں۔اس میں صرف ارتقائی حکمت کارفرما ہوتی ہے۔مشائخ بھی مریدین کی تربیت کے دوران حسب حال مختلف وظائف تجویز کرتے ہیں جس سے تدریجاً ترقی احوال ہوتی ہے۔ (تفسیر منہاج القرآن)

ناسخ اور منسوخ کی بحث

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نسخ کے معنی بدلنے کے ہیں۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں۔ مٹانے کے ہیں جو کبھی لکھنے میں باقی رہتی ہے اور معنی بدل جاتے ہیں' ضحاکؒ فرماتے ہیں۔ بھلا دینے کے معنی ہیں' عطاءؒ فرماتے ہیں۔چھوڑ دینے کے معنی ہیں' سدیؒ فرماتے ہیں ۔اٹھا لینے کے معنی ہیں۔

طبرانی میں ایک روایت ہے کہ دو آدمیوں نے حضور ﷺ سے ایک سورت یاد کی تھی۔ ایک مرتبہ رات

کی نماز میں ہر چند اسے پڑھنا چاہا لیکن قوت حافظہ نے ساتھ نہ دیا۔گھبرا کر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ منسوخ ہو گئی اور بھلا دی گئی۔دلوں میں سے نکال لی گئی تم غم نہ کرو بے فکر ہو جاؤ۔

اس مقام میں یہودیوں کا زبردست رد ہے اور ان کے کفر کا بیان ہے کہ وہ نسخ کے قائل نہ تھے۔اس آیت میں گو خطاب فخر عالم کو ہے مگر در اصل یہ کلام یہودیوں کو سنانا ہے۔ جو انجیل اور قرآن کو اس وجہ سے نہیں مانتے تھے کہ ان میں بعض احکام تورات کے منسوخ ہو گئے تھے۔جس طرح اللہ اپنے کاموں میں بے نیاز ہے اپنے حکموں میں بھی بے نیاز ہے۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے اور بیٹیاں آپس میں بھائی بہن ہوتے تھے لیکن نکاح جائز تھا پھر حرام کر دیا گیا۔

(۲) نوح علیہ السلام جب کشتی سے اترتے ہیں تو اس وقت تمام حیوانات کا کھانا حلال تھا لیکن پھر بعض کی حلت منسوخ ہو گئی۔

(۳) دو بہنوں کا نکاح اسرائیل اور ان کی اولاد پر حلال تھا لیکن پھر تورات میں اور اسکے بعد حرام کر دیا گیا۔

(۴) ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا پھر قربانی سے پہلے منسوخ کر دیا۔

(۵) بنی اسرائیل کو حکم دیا جاتا کہ بچھڑا پوجنے میں جو شریک تھے سب اپنی جانوں کو قتل کر ڈالیں لیکن ابھی بہت سے باقی ہیں اور حکم منسوخ ہو جاتا ہے۔

(۶) پہلے جس عورت کا خاوند مرتا تھا اس کی عدت ایک سال تھی بعد میں چار ماہ کر دی گئی اور دونوں آیات قرآن پاک میں موجود ہیں۔

(۷) قبلہ پہلے بیت المقدس تھا پھر کعبۃ اللہ بن گیا۔

(۸) پہلے مسلمانوں کو حکم تھا کہ ایک ایک مسلمان دس دس کافروں سے لڑے پھر یہ حکم منسوخ ہو کر دو دو کے مقابلے میں صبر کرنے کا حکم ہوا۔اور دونوں آیات کلام اللہ میں موجود ہیں۔

(۹) پہلے حکم تھا کہ نبی ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو لیکن پھر یہ حکم منسوخ ہوا اور دونوں آیات قرآن مجید میں موجود ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔ واللہ اعلم

اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ... الخ

(۱) غیر ضروری اور زیادہ سوالات باعث ہلاکت وتباہی ہیں۔صحیح حدیث میں ہے کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جو اس چیز کے بارے میں سوال کرے جو حرام نہ تھی پھر اس کے سوال سے حرام ہو گئی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ جب تک میں کچھ نہ کہوں تم بھی نہ پوچھو تم سے پہلے لوگوں کو اسی بدخصلت نے ہلاک کر دیا کہ وہ بکثرت سوال کیا کرتے تھے اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرتے تھے۔جب میں تمہیں حکم دوں تو

اپنی طاقت کے مطابق بجا لاؤ اور اگر منع کروں تو رک جایا کرو۔ یہ آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا تھا جب لوگوں کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو کسی نے کہا حضورؐ ہر سال؟

آپ ﷺ خاموش ہو گئے ۔اس نے پھر پوچھا۔آپؐ نے کوئی جواب نہ دیا۔اس نے تیسری دفعہ پھر یہی سوال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر سال نہیں،لیکن اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور پھر تم کبھی بھی اس حکم کو نہ بجا لا سکتے۔

ابوالعالیہؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ کاش ہمارے گناہوں کا کفارہ بھی اسی طرح ہو جاتا جس طرح بنی اسرائیل کے گناہوں کا تھا۔آپ ﷺ نے سنتے ہی تین دفعہ جناب باری تعالی میں عرض کی کہ نہیں اے اللہ! ہم یہ نہیں چاہتے پھر فرمایا سنو، بنو اسرائیل میں سے جہاں کوئی گناہ کرتا اس کے دروازے پر قدرتاً لکھا ہوا پایا جاتا اور ساتھ ہی اس کا کفارہ بھی لکھا ہوا ہوتا تھا۔اب یا تو دنیاوی رسوائی کو قبول کر کے کفارہ ادا کرے او راپنے پوشیدہ گناہوں کو ظاہر کرے ۔یا کفارہ نہ دے اور آخرت کی رسوائی کو منظور کرے۔لیکن تم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا.

’’جس سے کوئی برا کام ہو جائے یا وہ اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے، پھر استغفار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بہت بڑا بخشش اور مہربانی کرنے والا پائے گا۔‘‘

اسی طرح ایک نماز دوسری نماز تک گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے ۔پھر جمعہ دوسرے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔سنو! جو شخص برائی کا ارادہ کرے لیکن برائی نہ کرے تو برائی لکھی نہیں جاتی اور اگر کر گزرے تو ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے اور اگر بھلائی کا ارادہ کرے اور بھلائی کر نہ سکے پھر بھی بھلائی لکھ دی جاتی ہے اور اگر کر لے تو دس بھلائیاں لکھی جاتی ہیں اب بتاؤ تم اچھے رہے یا بنی اسرائیل؟ نہیں تم ہی بنی اسرائیل سے بہت اچھے ہو باوجود اتنے رحم و کرم کے پھر بھی کوئی ہلاک ہو تو سمجھو کہ یہ خود ہی ہلاک ہونے والا تھا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن کثیر)

حدیث

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ ؓ: أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: فَصَلَّى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً.رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ، وَالنَّسَائِيُّ وَزَادَ: ثُمَّ لَمْ يُعِدْ. وَقَالَ أَبُوْعِيْسَى: هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

’’حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اکرم ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ راوی کہتے ہیں: پھر اُنہوں نے نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ کے سوا اپنے ہاتھ نہ اٹھائے۔‘‘ امام نسائی کی بیان کردہ روایت میں ہے: ’’پھر انہوں نے ہاتھ نہ اٹھائے۔‘‘

☆☆☆☆☆

منہاج القرآن ویمن لیگ کی سرگرمیاں

عظمت مصطفیٰ ﷺ ریلی کی رپورٹ

تاجدار کائنات ﷺ کی ذات مبارکہ پر نہایت گستاخانہ اور قابل اعتراض فلم بنانے اور اسے عالم اسلام کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ساری دنیا میں عام کرنے کے حوالے سے ساری دنیا کے مسلمانوں میں سخت اضطراب، غم وغصہ، نفرت، بے چینی اور احتجاج پایا جاتا ہے۔ مغربی دنیا کے اس نہایت گستاخ اور دہشت گردانہ اقدام کی وجہ سے امت مسلمہ خاص طور پر اور فہم وشعور رکھنے والے غیر مسلم بھی سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن انٹرنیشنل بھی پوری دنیا میں ہر سطح پر نہایت حکیمانہ اور مدبرانہ طریقے سے اپنا احتجاج ریکارڈ کرا رہی ہے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

لاہور

20 اکتوبر 2012ء دن 2 بجے مرکزی ریلی لاہور ریلوے اسٹیشن تا GPO چوک نکالی گئی جس میں ہزاروں کی تعداد میں خواتین نے مردوں کے شانہ بشانہ گستاخی رسول ﷺ کا احتجاج ریکارڈ کروایا۔ ''ہم عظمت رسول ﷺ کے پاسباں ہیں پاسباں'' کے نعروں کی گونج میں منہاج القرآن کے کارکن سخت گرمی کے باوجود نہایت پرامن اور باوقار طریقے سے سرور کائنات ﷺ سے اظہار عزق کرتے ہوئے جی پی او چوک پہنچے۔ وقتاً فوقتاً منہاج القرآن کے مرکزی قائدین نے عظمت مصطفیٰ ﷺ کا پرچار خطابات کی صورت میں کیا۔ خواتین کی قیادت محترمہ نوشابہ ضیاء، محترمہ سدرہ کرامت، محترمہ گلشن ارشاد اور محترمہ ارشاد اقبال نے کی۔ محترمہ عطیہ بنین، محترمہ ہما وحید، محترمہ صائمہ ایوب اور لاہور کی تمام ٹاؤنز داتا گنج بخش ٹاؤن A، کینٹ ٹاؤن A نشتر ٹاؤن A اور C، سمن آباد A,B اور C، شالیمار ٹاؤن A، اقبال ٹاؤن A اور گلبرگ ٹاؤن A کی ناظمات نے بھرپور محنت اور Motivation سے ہزاروں خواتین ریلی میں شریک ہوئیں۔ تقریباً شام 4:45 بجے جی پی او چوک میں ہزاروں عشاقان مصطفیٰ ﷺ سے مرکزی ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی نے خطاب کیا اور منہاج القرآن کی پالیسی کی ترجمانی کی۔ بانی وسرپرست تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ہزاروں غلامان مصطفیٰ ﷺ کے سمندر سے ویڈیو کانفرنس کے ذریعے خطاب کیا۔ ایک گھنٹے کے ویڈیو خطاب میں شیخ الاسلام نے گستاخ فلم، اس میں ملوث افراد اور اس کے حامی ممالک کے غیر ذمہ دارانہ کردار کی سخت مذمت کی اور نہایت مدبرانہ اور مدلل طریقے سے اس دہشت گردانہ اقدام کا حل پیش کیا۔ خطاب کے بعد نائب امیر تحریک محترمہ علامہ محمد صادق قریشی نے دعا کی اور محترم صاحبزادہ محمد حسین آزاد الازہری کی امامت میں تمام شرکاء ریلی نے نماز عصر ادا کی اور یہ پرامن ریلی اختتام کو پہنچی۔

فیصل آباد

23 اکتوبر کا دن 12 بجے سہ پہر فیصل آباد میں دھوبی گھاٹ سے گھنٹہ گھر چوک تک عظمت مصطفیٰ ﷺ ریلی کا اہتمام کیا گیا جس میں فیصل آباد کے تمام PP's کے علاوہ ضلع چنیوٹ، جھنگ اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کی تمام تحصیلات سے کثیر خواتین نے شرکت کی۔ ریلی میں خواتین کی قیادت کے لئے مرکزی ٹیم سے محترمہ نوشابہ ضیاء، محترمہ ساجدہ صادق، محترمہ گلشن ارشاد، محترمہ سدرہ کرامت نے کی اور فیصل آباد کی مرکزی ٹیم میں محترمہ اختر کلثوم ہدایت رسول، محترمہ فاطمہ سجاد، محترمہ فرحت دلبر، محترمہ ثمر سعید، محترمہ تسنیم افضال، محترمہ قمرالنساء، محترمہ فریحہ خان نے کی۔ حضور ﷺ کی امت کی بیٹیوں کے جذبات کی نمائندگی کرتے ہوئے مرکزی نائب ناظمہ محترمہ ساجدہ صادق نے خطاب کیا اور نبی رحمت کی شان میں گستاخانہ فلم کی بھرپور مذمت کی۔

راولپنڈی

22 اکتوبر دن 12 بجے سے 4 بجے راولپنڈی لیاقت باغ تا اسلام آباد عظیم الشان عظمت مصطفیٰ ﷺ ریلی کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں راولپنڈی کے تمام PP's، راولپنڈی ڈویژن ضلع اسلام آباد اور اٹک کی تمام تحصیلات سے ہزاروں خواتین نے شرکت کی۔ خواتین کی قیادت کے لئے مرکزی ناظمہ MSM سسٹرز محترمہ شاکرہ چوہدری نے شرکت کی اور سرور کائنات کی شان میں گستاخی کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ یہ فعل دہشت گردی کے فروغ اور امن عالم کی تباہ کاری کے لئے بدترین سازش ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا OIC کو چاہئے کہ وہ ناموس مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے عالمی عدالت انصاف سے قانون منظور کروائیں۔

ملتان

23 اکتوبر دن 11 بجے سے 3 بجے ملتان کچہری چوک تا گھنٹہ گھر عظمت مصطفیٰ ﷺ ریلی کا انعقاد ہوا جس میں ملتان کے تمام ٹاؤنز، چشتیاں، لیہ، وہاڑی، لودھراں، دنیا پور، چیچہ وطنی، میانچوں اور بہاولپور سے ہزاروں خواتین نے شرکت کی۔ خواتین کی قیادت کے لئے مرکزی MWL سے محترمہ افنان بابر اور محترمہ نائلہ جعفر نے شرکت کی۔ ملتان کی تاریخ میں اتنی کثیر تعداد میں خواتین کی یہ اپنی نوعیت کی منفرد Road Activity تھی۔ محترمہ افنان بابر نے شرکاء ریلی سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ ان کے علاوہ کراچی، میاں چنوں، شیخوپورہ، گوجرانوالہ، بہاولپور، میر پور، ہزارہ ڈویژن اور پشاور میں ہزارہا خواتین نے عظمت و ناموس مصطفیٰ ﷺ کے لئے ریلیز نکالیں۔ جس کے لئے ملک بھر میں عظمت مصطفیٰ ﷺ کے عنوان سے احتجاجی ریلیز نکالی گئیں جن میں MWL کی بھرپور شرکت رہی جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

پندرہ روزہ دورہ برائے تنظیمی توسیع و استحکام

اضلاع (چنیوٹ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، جھنگ)

مورخہ 5 ستمبر سے 14 ستمبر 2012ء ان مختلف اضلاع میں مختلف سرگرمیوں کے ذریعے تنظیمات کو مستحکم کرنا اور

تحریکِ بیداری شعور فروغ کے لئے مرکز سے محترمہ ساجدہ صادق مرکزی نائب ناظمہ اور محترمہ نبیلہ یوسف تشریف لے گئیں۔جس میں سے ان اضلاع کی مختلف تحصیلات کی تفصیل رپورٹ درج ذیل ہے۔

لالیاں: تنظیمِ نو

مورخہ 5 ستمبر 11 بجے صبح عرفان القرآن اسلامک سنٹر میں محفل کا اہتمام کیا جس میں ویمن لیگ لالیاں کی ذمہ داران اور 80 کے لگ بھگ شرکاء تھیں ۔محترمہ ساجدہ صادق نے آقا دوجہاںؐ سے محبت کے تقاضوں پر گفتگو کی۔

چنیوٹ: تنظیم سازی

5 ستمبر بوقت 4 بجے دوپہر صدرِ تحریک کے گھر حلقہ درود کا اہتمام کیا گیا ۔جس میں 35 خواتین شریک ہوئیں۔جس میں درودِ پاک کی فضیلت واہمیت پر محترمہ ساجدہ صادق نے گفتگو کی۔

سیدوالا: ورکرز کنونشن

6 ستمبر کو سید والا میں سیدہ کائناتؓ کانفرنس کا اہتمام کیا گیا جس میں گردونواح کی تمام UC's کے کارکنان ،رفقاء اور وابستگان کے علاوہ 90 عام خواتین بھی شامل تھیں ۔محترمہ ساجدہ صادق نے سیدہ کائنات لختِ جگر آقا دوجہاںؐ حضرتِ فاطمہ الزہرہؓ کے سیرت وکردار پہ گفتگو کی۔آخر میں UC's میں تنظیمی استحکام کے لئے بریفینگ دی گئی۔

سمندری: تنظیم سازی

مورخہ 7 ستمبر کو منہاج ماڈل سکول سمندری میں خواتین کے لئے محفل میلاد منعقد کی گئی جس میں 400 خواتین شریک ہوئیں اس کا مقصد تحصیل سمندری کی تنظیم سازی کرنا تھا۔ پھر محترمہ ساجدہ صادق نے سرورکائناتؐ سے محبت کے تقاضوں پر بات کی۔ بعدازاں دعا کچھ خواتین نے خدمتِ دین کے لئے ذمہ داری لینے کی خواہش کا اظہار کیا ان کو تنظیم میں منظّم کیا گیا۔

گوجرہ: ورکرز کنونشن

مورخہ 8 ستمبر کو پرل میرج ہال میں منہاج القرآن ویمن لیگ گوجرہ نے ورکز کنونشن کا اہتمام کیا۔ جس میں UC's کے کارکنان اور رفقاء ووابستگان 200 کی تعداد میں موجود تھے ۔محترمہ ساجدہ صادق نے تحریک بیداری شعور اور تنظیمی نیٹ ورک کو مستحکم بنانے کے لئے گفتگو کی۔

اسی روز شام میں تحصیلی ذمہ داران کے ساتھ تنظیمی نشست بھی رکھی گئی اس کے علاوہ یونین کونسلز میں تنظیم سازیوں اور Unit لیول پر تنظیم سازی پر فوکس کیا گیا مزید تحصیل کی عہداران UC's کی division بھی کی گئی تاکہ ہر تحصیلی ذمہ داران مکمل توجہ سے اپنے یونین کونسل کو مستحکم کرے۔

شورکوٹ : تنظیمی نشستیں اور تحریک بیداری شعور

مورخہ 10 ستمبر کو شورکوٹ کینٹ میں 3 مقامات پر تنظیمی نشستیں کی گئی ۔جس میں UC's کی تنظیم سازیوں اور بیداری شعور کے فروغ کے لئے محترمہ ساجدہ صادق نے بریفنگ دی۔

دو کالجز میں بھی بیداری شعور پر لیکچر دیا گیا جس میں پاکستان کے حالات اور موجودہ انتخابی نظام میں خرابیوں کو اجاگر کیا گیا اور اس کے حل کیلئے بھی سٹوڈنٹس کو "Vote for None" کی بریفنگ دی۔

اٹھارہ ہزاری: تنظیم سازی

مورخہ 11 ستمبر بوقت 4 بجے دوپہر صدرِ تحریک نے رفقاء ،وبستگان اور گردونواح کی 25 خواتین کے لئے حلقہ درود کا اہتمام کروایا۔محترمہ ساجدہ صادق نے درود پاک کی اہمیت وفضیلت اور آقا دوجہاںؐ سے رشتہ غلامی کو مضبوط کرنے پر گفتگو کی۔

احمد پور سیال: تنظیمِ نو

مورخہ 12 ستمبر بوقت 11 بجے صبح منہاج مال سکول میں وابستگان ،رفقاء اور تحصیلی ذمہ داران کے ساتھ نشست کا اہتمام کیا۔تحریک بیداری شعور کے تعارف کے ساتھ آقا دوجہاںؐ کی غلامی اور ان کے ساتھ نشست امتی کا حق ادا کرنا اور اس کے تمام تر تقاضوں کو پورا کرنا پر بہت مؤثر گفتگو کی بعد ازاں کارکنان رفقاء و وابستگان کی مشاورت سے تنظیمِ نو کی گئی ۔

جھنگ: عوامی نشست

مورخہ 13 ستمبر عرفان القرآن اسلامک سنٹر میں تحصیلی کارکنان اور دیگر خواتین کے ساتھ نشست کا اہتمام کیا گیا۔جس میں بیداری شعور کے پیغام کو عام کرنے کے لئے کچھ بہنوں کو ذمہ داری بھی دی گئی۔

نیالاہور: تنظیم سازی

مورخہ 17 ستمبر منہاج القرآن سکول میں خواتین کے لئے محفل منعقد کی گئی جس میں 100 کے لگ بھگ شرکاء ،سکول کا سٹاف اور وابستگان موجود تھیں ۔محترمہ ساجدہ صادق نے خدمتِ دین کی اہمیت پر گفتگو کی بعد ازاں منہاج القرآن ویمن لیگ کا منظّم طور پر آغاز کرنے کے لئے motivate کیا گیا اور ان کو ان کی ذمہ داریوں اور پروجیکٹس کے بارے میں آگاہ کیا گیا۔

مونگی بنگلہ

مورخہ 17 ستمبر تحصیل گوجرہ کی یونین کونسل مونگی بنگلہ میں 4 یونین کونسل کے ذمہ داران سے تنظیمی نشست کی گئی

جس میں ان کی موجودہ ورکنگ کا جائزہ کیا گیا اور تنظیمی نیٹ ورک کے استحکام اور توسیع کی ہدایت دی گئی علاوہ ازیں بیداری شعور کے فروغ کے لئے لائحہ عمل ترتیب دیا گیا۔

کمالیہ: تنظیمی نشست

منہاج القرآن اسلامک سنٹر میں مورخہ 18 ستمبر کو تنظیمی نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں یونین کونسل کے کارکنان اور رفقاء وابستگان کے ساتھ ساتھ تحصیلی تنظیم کے ذمہ داران اور سینئر تحریکی بہنوں نے شرکت کی۔ کارکنان کی مشاورت سے تنظیم نو کی گئی اور تمام تحصیلی ذمہ داران اور UC's کے کارکنان کو تنظیمی توسیع اور استحکام کا لائحہ عمل دیا گیا۔

پیر محل: تنظیم سازی

مورخہ 18 ستمبر 4 بجے دوپہر ناظم تحریک کے گھر خواتین کے لئے محفل کا اہتمام کیا گیا محترمہ ساجدہ صادق نے سرورِ کائناتؐ سے محبت پر گفتگو کی۔ بعدازاں کچھ خواتین پر مشتمل تنظیم بنائی گئی اور ذمہ داران کو ان کے پروجیکٹس کے بارے میں بریف کیا گیا۔

رجانہ

مورخہ 19 ستمبر کو صبح 11 بجے رجانہ میں تنظیمی نشست کا اہتمام کیا گیا اور کنوینگ باڈی تشکیل دی گئی۔ ان ذمہ داران کو تنظیم کو مکمل کرنے کا ٹارگٹ دیا۔

منڈی شاہ جیونہ: تنظیم سازی

20 ستمبر کو منہاج ماڈل سکول میں خواتین کے لئے ایک نشست کا اہتمام کیا گیا جس میں محترمہ ساجدہ صادق نے بیداری شعور کی بریفنگ دی اور بعدازاں ''جدا ہو سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی'' پر گفتگو کی۔ بعد ازاں تحصیل کی تنظیم کا سٹرکچر بنایا گیا۔

چار روزہ تنظیمی دورہ جات (تحصیل اٹک)

مورخہ 5 ستمبر 2012ء سے 8 ستمبر اٹک کی تحصیلات میں مختلف سرگرمیوں کے ذریعے تنظیمات کو مستحکم کرنے اور تحریکِ بیداری شعور کو فروغ دینے کے لئے مرکز سے محترمہ شاکرہ چوہدری (ناظمہ MSM سسٹرز) تشریف لے گئیں۔ اٹک کی تحصیلات میں پنڈی گھیپ، جنڈ، فتح جنگ، باہتر، حسن ابدال اور حضرو شامل تھیں۔

مورخہ 5 ستمبر 2012ء کو پنڈی گھیپ میں ورکرز کنونشن کا انعقاد ہوا جس میں 9 UC's کے کارکنان، رفقاء اور وابستگان نے شرکت کی۔ محترمہ شاکرہ چوہدری نے بیداری شعور پر خطاب کیا۔ بعد ازاں کارکنان کی ورکنگ رپورٹ لی گئی۔ اسکے بعد پنڈی گھیپ کی UC's نوشہرہ اور اخلاص میں بیداری شعور پر پروگرامز بھی رکھے گئے جس میں محترمہ شاکرہ چوہدری نے بیداری شعور کا message عوام الناس تک پہنچایا اور اخلاص میں تنظیم سازی کی۔ بعد ازاں منہاج

ماڈل سکول اور اسلامک سنٹر کا وزٹ کیا گیا۔

مورخہ 6 ستمبر کو تحصیل جنڈ میں ورکرز کنونشن رکھا گیا جس میں کارکنان کو بیداری شعور کی مہم اور تنظیمی نیٹ ورک میں استحکام پر بریفنگ دی گئی اور تحصیلی باڈی کو تنظیمِ نو اور دو UC's کی تنظیم سازی کی گئی۔ پروگرام کے بعد فتح جنگ (سٹی) میں عظیم الشان بیداری شعور کنونشن رکھا گیا جس میں تمام UC's اور دور نزدیک سے کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔ خطاب میں محترمہ شاکرہ چوہدری نے بیداری شعور کے پیغام کو گھر گھر پہنچانے کو کہا۔

مورخہ 7 ستمبر صبح 9 بجے فتح جنگ (سٹی) کے تمام کارکنان کے ساتھ تنظیمی نشست ہوئی جس میں انھیں تنظیمی نیٹ ورک میں توسیع اور استحکام کے مختلف tools بتائے گئے۔ پروگرام کے بعد باہتر (فتح جنگ) میں بیداری شعور کنونشن کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں دور نزدیک کی خواتین نے شرکت کی۔ محترمہ شاکرہ چوہدری نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہم سب کو حضور ﷺ کے دین کی سربلندی کے لئے میدانِ عمل میں نکلنا چاہیئے۔ پروگرام کے بعد منہاج القرآن ویمن لیگ باہتر کی تنظیم سازی کی گئی۔ پروگرام کے بعد حسن ابدال میں uc27 میں تنظیم نشست رکھی گئی اور تنظیم سازی کی گئی۔

مورخہ 8 ستمبر کو تحصیل حضرو میں دو (جلالیہ، قاسمیہ) UC's میں منہاج ماڈل سکول میں پروگرام رکھا گیا۔ جس میں خواتین وطالبات کی تنظیمی سازی کی گئی۔

تنظیمی وزٹ گوجرانوالہ، علی پور چٹھہ (رپورٹ: نسرین اسلم)

مرکزی ناظمہ تربیت محترمہ گلشن ارشاد نے گوجرانوالہ میں تحریکی و دعوتی کام کو مستحکم کرنے کے لئے 4 روزہ وزٹ کیا جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

مورخہ 6 ستمبر 2012ء: PP93,PP91 ضلعی نگران نسرین اسلم ناظمہ گوجرانوالہ

مورخہ 7 ستمبر 2012ء: PP94,PP98 ضلعی نگران حریرہ باور، حرا جرال، مریم اسلم، اسماء رفیق

مورخہ 8 ستمبر 2012ء: PP96,PP97,PP92 ضلعی نگران عائشہ طفیل، نسرین اسلم، سحر عنبرین، حریرہ باور

اس دورے میں مرکزی ناظمہ تربیت محترمہ گلشن ارشاد نے PP91 سے PP99 تک پورے گوجرانوالہ کا وزٹ کیا۔ PP حلقہ جات اور UC's کے تمام کارکنان سے ملاقات کی۔ ورکنگ پر بھرپور ڈسکشن ہوئی۔ آپ نے اسلام میں خواتین کا کردار اور خدمت دین کی توفیق کے موضوعات پر پُرمغز گفتگو فرمائی۔ جس کے نتیجے میں PP حلقات میں UC اور Unit لیول پر مزید تنظیم سازیاں عمل میں آئی ہیں۔ مزید یہ کہ حلقات درود اور رفاقت سازی میں بھی مدد ملی ہے اور گوجرانوالہ بھر میں تمام PP کی تنظیمی ورکنگ میں تیزی آئی۔

علاوہ ازیں تحصیل علی پور چٹھہ کا بطور مرکزی نگران محترمہ گلشن ارشاد ناظمہ تربیت نے تین روزہ وزٹ کیا۔ جس میں تمام UC's اور کئی یونٹس کی ٹیم کے ساتھ خصوصی میٹنگز کیں اور دو UC's اور کئی یونٹ لیول پر تنظیم سازی عمل میں آئی۔ جس سے تنظیمی استحکام کو فروغ ملا۔ اس وزٹ میں تحصیلی ٹیم محترمہ طلعت جاوید، محترمہ رضوانہ اسلم، محترمہ عطیہ سہیل، محترمہ شمع نذیر تحصیلی نمائندہ کے طور پر ساتھ رہیں۔

تنظیمی دورہ (ملتان+ ساہیوال ڈویژن)

نائب ناظمہ تربیت محترمہ افنان بابر اور نائب ناظمہ دعوت نائلہ جعفر نے 31 اگست 2012ء تا ستمبر 2012ء تک تنظیم نو اور تنظیم سازی کے لئے پاکپتن شریف، بورے والا، عارف والا، وہاڑی، میلسی، ٹبہ سلطان پور، کہروڑ پکا، لودھراں اور جہانیاں کا تفصیلی دورہ کیا۔ جس میں تحصیلی تنظیم سازی، تنظیم نو UC اور یونٹ تک کی تنظیم سازی شامل ہیں۔ نئے آنے والے کارکنان تحریک کی فکر اور Projects کے حوالے سے خصوصی بریفنگز دی گئیں۔ نیز ان کو تنظیم سازیوں کے ڈھانچے سے آگاہ کیا گیا۔ دوسرا وزٹ مورخہ 13 ستمبر تا 14 ستمبر کیا جس میں ساہیوال، عبدالحکیم اور خانیوال شامل ہیں۔ ان تنظیمات کو UC اور Unit لیول تک کی تنظیم سازی کے ٹارگٹ کے حوالے سے خصوصی بریف کیا گیا اور قبلہ

اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ تحریک منہاج القرآن ضلع منڈی بہاؤالدین کے سابقہ امیر اور سرپرست محترم حاجی منیر احمد صاحب بقضائے الٰہی دارالبقاء کی طرف رحلت فرما گئے جن کے نماز جنازہ میں امیر تحریک پنجاب محترم احمد نواز انجم اور نائب امیر محترم محمد وسیم ہمایوں نے خصوصی شرکت کی جبکہ سوئم کے دن مرحوم و مغفور کے لئے ایصال ثواب کی ایک بہت بڑی محفل منعقد ہوئی جس میں مرکز سے تحریک منہاج القرآن کے اعلیٰ سطحی وفد جو مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن حضرت صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی، مرکزی ناظم رابطہ علماء و مشائخ محمد حسین آزاد الازہری، صدر پاکستان عوامی تحریک پنجاب محترم لہراسب خان گوندل پر مشتمل تھا شریک ہوا اور مرحوم و مغفور کے برادران مکرم حاجی محمد مظفر حسین، حاجی عبدالمجید، ڈاکٹر افتخار حسین اور مرحوم کے صاحبزادگان ضمیر الحق، ظہیر الحق اور محمد عثمان سے اظہار تعزیت کرنے کے علاوہ ضلعی قائدین تحریک سرپرست حاجی محمد اعظم کسانہ، ضلعی امیر محمد اصغر جنجوعہ، تحصیلی صدر مختار احمد اور تحصیلی ناظم سرفراز احمد اور دیگر عہدیداران سے بھی اظہار افسوس کیا۔

اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے مرکزی امیر تحریک حضرت صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی تعزیتی پیغام پہنچایا اور مرحوم کی تحریک کے لئے خدمات اور دیرینہ رفاقت کو خراج تحسین پیش کیا اور آخر میں انہوں نے خصوصی دعائے مغفرت فرمائی۔

☆ محترم جمشید علی خان صدر پاکستان عوامی تحریک ضلع پشاور کے والد گرامی جہان فانی سے رحلت کر گئے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کے رفقاء اور اراکین کی کثیر تعداد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مرکزی امیر تحریک صاحبزادہ مسکین فیض الرحمٰن درانی نے فون کے ذریعے تعزیت فرمائی اور مرحوم و مغفور کی بلندی درجات کے لئے دعا فرمائی۔ تحریک کے مرکزی قائدین دکھ کی اس گھڑی میں محترم جمشید علی خان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔

حضور کی آمد تک اپنے تحصیلی سے Unit لیول تک کے Structure کو مکمل کرنے کی ہدایت کی گئی۔

ویمن لیگ میر پور: بیداری شعور نشست

مورخہ 2 ستمبر بروز اتوار منہاج القرآن ویمن لیگ اور MSM سسٹرز میر پور کے ساتھ ضلعی نگران محترمہ طاہرہ فردوس ایڈووکیٹ نے خصوصی نشست بسلسلہ تحریک بیداری شعور کی۔ 100 سے زائد ذمہ داران اور کارکنان نے شرکت کی۔ میٹنگ کا انعقاد تحریک منہاج القرآن میر پور کے ضلعی آفس میں کیا گیا۔ محترمہ طاہرہ فردوس ایڈووکیٹ نے بیداری شعور مہم کے حوالے سے خصوصی بریفنگ دی اور ویمن لیگ کی طرف سے کئے گئے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے۔

میٹنگ میں سابقہ صدر ویمن لیگ محترمہ شمیم مرزا اور ناظمہ ویمن لیگ محترمہ رضیہ سلطانہ نے خصوصی شرکت کی اور اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ منہاج القرآن ویمن لیگ کی صدر محترمہ رخسانہ زبیر اور ناظمہ محترمہ کبریٰ نثار نے بیداری شعور مہم کی نگران محترمہ طاہرہ فردوس ایڈووکیٹ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے نئے عزم اور جذبہ کا اظہار کیا۔

سیدہ کائناتؓ کانفرنس

آج کے ترقی یافتہ دور میں خواتین کو اپنا آئیڈیل حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی ذات کو بنانا ہوگا۔ جو شان اور مرتبہ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کو حاصل ہوا وہ تاریخ اسلام میں بہت کم خواتین کو حاصل ہوا۔ اگر ماں سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ جیسے کردار کی مالک ہو تو پھر ان کی گود سے حسنؓ اور حسینؓ جیسے عظیم بہادر مجاہد اور سیدہ زینبؓ جیسی بہادر بیٹیاں پیدا ہوتی ہے۔ کانفرنس کی صدارت مسز میاں ارشد پرویز اور باجی فرحت صدر منہاج القرآن ویمن لیگ سرگودھا نے کی۔ نقابت کے فرائض محترمہ صابرہ عارف نے ادا کیا۔ تلاوت کی سعادت حافظہ قاریہ عاصمہ زمان نے کی۔ ناظمہ نشر و اشاعت راقمہ نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور سابقہ ضلعی صدر ویمن لیگ محترمہ پروین اختر بھٹہ کی دعا کے ساتھ یہ عظیم الشان سیدہ کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی۔

☆ عظیم الشان سیدہ کائنات کانفرنس برائے خواتین زیر اہتمام منہاج تحفیظ القرآن گرلز انسٹی ٹیوٹ گنگا پور منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت محترمہ مریم خلیل صدر منہاج القرآن ویمن لیگ جڑانوالہ نے کی جبکہ خصوصی خطاب محترمہ رخسانہ حسن نے فرمایا۔ اس پروگرام میں علاقے بھر سے تقریباً 600 کے قریب خواتین نے شرکت کی۔

آخر میں مہتمم ادارہ اور اس پروگرام کے منتظم محمد اشرف قادری ناظم تحریک منہاج القرآن جڑانوالہ کی والدہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے خصوصی دعا کی گئی اور ''سیدہ کائناتؓ بزبان سرور کائناتؐ'' کے عنوان سے شیخ الاسلام کی 100 عدد سی ڈیز خواتین میں تقسیم کی گئیں۔

دولتالہ

دولتالہ منہاج القرآن وویمن لیگ چک بہادر یونٹ یونین کونسل جاتلی کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مسز

حسن اختر راجہ صدر وویمن حلقہ پی پی 4 نے کہا ہے کہ عالم اسلام کا بچہ بچہ حضور ﷺ کی ناموس کی حفاظت پر کٹ مرنے کی آرزو اور تمنا رکھتا ہے۔محترمہ راضیہ نوید (صدر اسلام آباد ویمن لیگ) نے خصوصی شرکت کی۔منہاج القرآن وویمن لیگ اپنے آقا حضور ﷺ کی شان میں گستاخانہ اور متنازعہ فلم کی پرزور مذمت کرتی ہے اور مطالبہ کرتی ہے کہ oic کے پلیٹ فارم سے اس مسئلے کو اٹھایا جائے اور اس فلم پر فوری پابندی عائد کروائے۔ایسی مذموم اور گستاخانہ حرکت کرنے والوں کو سختی سے روکا جائے۔مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ وہ ہر دکھ برداشت کر لیتا ہے مگر اپنے آقا ﷺ کی شان میں ادنیٰ سی بے ادبی اور گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔انہوں نے کہا کہ حرمت رسول ﷺ پہ ہماری جانیں بھی قربان ہیں۔

ملالہ یوسف زئی پر حملے کے خلاف مظاہرہ

10 اکتوبر کو قوم کی ایک عظیم بیٹی ملالہ یوسف زئی پر خواتین میں تعلیم پھیلانے کے لئے کام کرنے کے جرم میں دہشت گردوں نے قاتلانہ حملہ کیا جس سے وہ شدید زخمی ہوگئی اس حملے کے خلاف اور ملالہ یوسف سے اظہار یکجہتی کے لئے MWL کی جانب سے پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کیا گیا۔مظاہرے میں محترمہ نوشابہ ضیاء اور مسز ارشاد بیگم نے خطاب کرتے ہوئے ملالہ یوسف پر اس دہشت گردانہ حملے کی سخت مذمت کی اور اسے علم اور اسلام دشمنی قرار دیا۔☆☆☆☆☆

داخلہ جاری ہے

۱۔ الشهادة العالميه — اہلیت: شہادہ عالیہ، نمبر 50%

۲۔ ایم اے اسلامیات — اہلیت: بی اے نمبر 50%

ایم اے کے دو داخلے لانے پر ایک داخلہ فیس معاف

☆بہترین دینی اور روحانی ماحول ☆ماہر تدریسی عملہ

برائے رابطہ

منہاج کالج برائے خواتین۔منہاج یونیورسٹی ٹاؤن شپ لاہور

فون: 0423-5116783-5, 5111013